جلد ۲۰ — جمادی الاخریٰ ۱۴۰۶ھ فروری/مارچ ۱۹۸۶ء — شمارہ ۶

* نگراں:

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی

* مدیر:

محمد تقی عثمانی

* ناظم:

فاروق القاسمی ایم اے (عثمانیہ)

سالانہ بدل اشتراک: بیرون ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک ورجسٹری

است ہائے متحدہ امریکہ /۲۱۰ روپے ● برطانیہ۔جنوبی افریقہ۔ویسٹ انڈیز۔برما۔انڈیا۔بنگلہ دیش۔تھائی لینڈ۔ہانگ کانگ

نجریا۔آسٹریلیا۔نیوزی لینڈ /۱۶۰ روپے ● سعودی عرب۔عرب امارات۔مسقط۔بحرین۔عراق۔ایران۔مصر۔کویت / ۱۳۰ روپے

خط وکتابت کا پتہ: ماہنامہ "البلاغ" دار العلوم کراچی ۱۴ فون نمبر: ۳۱۱۲۱۷

پبلیشر: محمد تقی عثمانی۔ دار العلوم کراچی ۱۴ پرنٹر: مشہور آفسٹ پریس کراچی

ترتیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذکر و فکر:

اسلامی فقہ اکیڈمی (جدہ) کی قراردادیں

حمد و ستائش اُس ذات کیلئے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

درود و سلام اُس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دُنیا میں حق کا بول بالا کیا

---

۱۰ رسے ۱۶ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ (مطابق ۲۲ تا ۲۸ دسمبر ۱۹۸۵ء) کو جدہ میں مجمع الفقہ الإسلامی (اسلامی فقہ اکیڈمی) کی جنرل کونسل کا دُوسرا اجلاس منعقد ہوا۔ پہلا اجلاس محرم ۱۴۰۵ھ (نومبر ۱۹۸۴ء) میں منعقد ہوا تھا، جس کی تفصیل میں پہلے انہی صفحات میں بیان کرچکا ہوں، یہ اکیڈمی دراصل مُسلمان ملکوں کی عالمی تنظیم منظمۃ المؤتمر الاسلامی (آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس) نے قائم کی ہے، اور اس کے قیام کی قرارداد ۱۹۸۱ء میں سعودی عرب میں منعقد ہونے والی تیسری مسلم سربراہ کانفرنس نے منظور کی تھی۔
اکیڈمی کا دستور طے کرنے، اس کیلئے بجٹ کی منظوری اور ارکان کے انتخاب وغیرہ میں تقریباً تین سال لگے، اور اس کی مجلسِ عمومی (جنرل کونسل) کا پہلا اجلاس پچھلے سال مکہ مکرمہ میں منعقد ہوا جو تشکیلی نوعیت کا تھا، اس میں اکیڈمی کے عہدہ داروں کے انتخاب، ھیئۃ المکتب (مجلسِ عاملہ) کے تقرر، لائحۂ عمل اور طریق کار کے تعین کے بعد اکیڈمی باقاعدہ وجود میں آئی۔ لیکن اس کے علمی کام کا آغاز اس دوسرے اجلاس سے ہوا جو پچھلے مہینے جدہ میں منعقد ہوا۔
جیسا کہ پہلے عرض کرچکا ہوں، اس اکیڈمی کا مقصد عصرِ حاضر کے نت نئے فقہی مسائل کی

اجتماعی تحقیق، فقہ اور اسلامی قانون کی تدوینِ جدید اور فقہ کے قدیم ماخذ کی جدید انداز میں نشر و اشاعت ہے۔ اور طریق کار یہ رکھا گیا ہے کہ کونسل کے اتفاق سے تحقیقی موضوعات کا تعین کر کے انہیں اکیڈمی کے ارکان پر تقسیم کر دیا جاتا ہے، بوقتِ ضرورت غیر رکن علماء اور ماہرین سے بھی مدد لی جاتی ہے، اور یہ حضرات اپنی بحث و تحقیق کے نتائج اکیڈمی کو ارسال کر دیتے ہیں جو ارکان پر تقسیم کر دیئے جاتے ہیں۔

اس دوسرے اجلاس میں، ۳۷ مسلمان ملکوں کے مستقل ارکان نے شرکت کی، اس کے علاوہ مختلف اسلامی ملکوں میں انفرادی سطح پر جو علمی اور فقہی ادارے قائم ہیں، ان کے نمائندوں کو بھی اکیڈمی کا رکن نامزد کیا گیا ہے، جن میں رابطۃ العالم الاسلامی کی المجمع الفقہی، ازہر (مصر) کی مجمع البحوث الاسلامیہ، کویت کی "الموسوعۃ الفقہیۃ"، جامعۃ الملک عبدالعزیز کا "مرکز ابحاث الاقتصاد الاسلامی"، اردن کی المنظمۃ الاسلامیۃ للتربیۃ والعلوم والثقافۃ" شامل ہیں،

پاکستان کی اسلامی نظریاتی کونسل بھی اکیڈمی کی رکن ہے، لیکن چونکہ ان دنوں کونسل موجود نہیں ہے، اس لئے اس کی نمائندگی نہیں ہو سکی، تاہم کونسل کے سابق چیئرمین جسٹس تنزیل الرحمٰن صاحب کو ان کی ذاتی حیثیت میں خصوصی دعوت پر مدعو کیا گیا تھا۔

مذکورہ اداروں کے علاوہ مسلم اقلیتی علاقوں سے بھی متعدد نمائندے مدعو تھے، اور سترہ[۱۷] ایسے علماء اور اہلِ فکر کو مختلف ملکوں سے دعوت دی گئی تھی جو اپنے علم و فضل یا کسی خاص موضوع پر اپنی مہارت کیلئے مشہور ہیں۔ اس طرح اجلاس میں کل ۳۷ علماء اور اہلِ فکر نے شرکت کی۔

اس مرتبہ اجلاس کے ایجنڈے پر بارہ[۱۲] فقہی موضوعات رکھے گئے تھے، جن پر اکیڈمی کے ارکان نے مفصل تحقیقی مقالے لکھے تھے، اجلاس میں ہر مقالے کے مؤلف نے اپنے نقطۂ نظر کا خلاصہ زبانی بھی پیش کیا، اس کے بعد ہر موضوع پر کھلا مباحثہ ہوا، اور بالآخر مجلس نے اتفاقِ رائے یا کثرتِ رائے سے ان موضوعات پر اکیڈمی کا موقف متعین کیا۔ ان بارہ[۱۲] موضوعات میں سے پانچ ایسے تھے جن کے بارے میں بحث کے بعد اکیڈمی کی مجلس اس نتیجے پر پہنچی کہ ان کے بارے میں کسی حتمی نتیجے تک پہنچنے کیلئے ابھی کافی معلومات فراہم نہیں ہو سکیں، لہٰذا ان کو آئندہ اجلاس پر محوّل کر کے یہ طے کیا گیا کہ درمیانی عرصے میں تمام ضروری معلومات فراہم کی جائیں۔ لیکن سات مسائل کے بارے میں قراردادوں کی شکل میں حتمی فیصلے کئے گئے۔ ان مسائل پر اکیڈمی کی قراردادوں اور مناقشات کا مختصر خلاصہ ذیل میں پیش کر رہا ہوں:

۱۔ بینکوں کا سُود:

آجکل عالمی اقتصادی زندگی میں بینک کو جو اہمیت حاصل ہے، وہ محتاجِ بیان نہیں، پچھلے دنوں عالمِ اسلام کے مختلف حصوں میں بعض متجددین کی طرف سے یہ آوازیں بلند ہوتی رہی ہیں کہ بینک میں جس انٹرسٹ کا لین دین ہوتا ہے، اُس پر قرآن کریم کے حرام کردہ "ربا" کی تعریف صادق نہیں آتی، اور وہ

حلال ہے۔ اگرچہ عالمِ اسلام کے تقریباً تمام محقق علماء کرام اس نقطۂ نظر کو سختی کے ساتھ رد کر چکے ہیں اور تقریباً ہر اسلامی ملک میں علمی سطح پر اس نظریے کو شکستِ فاش ہوئی ہے، لیکن بعض افراد کی خواہش تھی کہ اس مسئلے پر عالمی اکیڈمی کی سطح پر بھی غور کر کے لئے ایک مرتبہ اجتماعی طور پر طے کر دیا جائے۔ چنانچہ یہ مسئلہ اس مرتبہ ایجنڈے میں شامل کر دیا گیا تھا، اور جن افراد کے بارے میں یہ معلوم ہے کہ وہ بینک انٹرسٹ کو ربا نہیں سمجھتے، اُن کو دعوت دی گئی تھی کہ وہ اپنے نقطۂ نظر کو اکیڈمی کے سامنے پیش کریں۔

چنانچہ ایک صاحب نے (جو اپنی قانونی اور سیاسی (نہ کہ فقہی) مہارت کی بنا پر عرب دُنیا، بلکہ پورے عالمِ اسلام میں مشہور ہیں، اور اکیڈمی کے رکن نہیں ہیں) اپنا یہ نقطۂ نظر اپنے تمام مزعومہ دلائل کے ساتھ تحریری طور پر ارکان میں تقسیم بھی کیا، اور اس کی تائید میں مفصل تقریر بھی کی، لیکن ۲۰ علماء اور اہلِ فکر کے اس منتخب اجتماع میں کوئی ایک آواز بھی ان کی تائید میں نہیں اٹھی، اور جب ان کے مقالے پر بحث کا آغاز ہوا تو سب اس بات پر متفق تھے کہ یہ نقطۂ نظر کسی بھی زاویے سے قابلِ قبول نہیں ہے، بلکہ بحرین کے ایک ممتاز بینکر نے بینکنگ کے نقطۂ نظر سے اس موقف کی پُر زور تردید کی۔ بلکہ ایک فاضل رکن نے تو یہاں تک کہا کہ یہ مقالہ اکیڈمی کے ریکارڈ میں باقی رہنے کے لائق نہیں ہے۔

چنانچہ اس موضوع پر جو قرارداد باتفاقِ رائے منظور ہوئی، اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"مجلس کے سامنے بینکوں کے طریقِ کار کے بارے میں مختلف مقالات پیش کئے گئے، ان تمام مقالات پر غور و فکر اور ان پر بحث و مباحثہ کے بعد، نیز اُن بدترین آثار کے جائزے کے بعد جو یہ سودی نظام عالمی اقتصادی نظام پر بالعموم اور تیسری دُنیا کے ملکوں پر بالخصوص مرتب کر رہا ہے۔

نیز اُس بربادی پر غور کرنے کے بعد جو یہ نظام کتاب اللہ کے ان احکام سے اعراض کے نتیجے میں لیکر آیا ہے، جو جزوی اور کلی طور پر ربا کو حرام اور اس سے توبہ کرنے کو واجب قرار دیتے ہیں، اور قرض دینے والے کو اس بات کا پابند بناتے ہیں کہ وہ صرف اپنا راس المال واپس لے، اور اس میں قلیل و کثیر کسی بھی قسم کی زیادتی کو گوارا نہ کرے، اور جو سود خوروں کیلئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تباہ کُن جنگ کی تہدید سُناتے ہیں۔

مجلس نے یہ طے کیا کہ:

(۱) قرض پر خواہ ابتدائے عقد ہی سے کوئی زیادتی طے کی جائے، یا قرض کی میعاد آجانے پر میعاد بڑھانے کیلئے کسی معاوضے کا مطالبہ کیا جائے، یہ دونوں صورتیں ربا میں داخل اور شرعاً حرام ہیں۔

(۲) سودی بنکاری کا نعم البدل جو اقتصادی سرگرمیوں اور مالی نفع پذیری کی

اسلامی معیار کے مطابق ضمانت دے سکے، صرف شرعی احکام کی مکمل پابندی ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

(۳) اکیڈمی تمام اسلامی حکومتوں پر زور دیتی ہے کہ وہ اسلامی (غیر سودی) بنکوں کی حوصلہ افزائی کریں، اور ہر اسلامی ملک میں ایسے بنک قائم کریں جو مسلمانوں کی ضروریات پوری کر سکیں، تاکہ مسلمان اپنے عقیدے اور عمل کے درمیان تناقض سے محفوظ رہ سکیں۔

۲۔ انشورنس:

بینک انٹرسٹ کی طرح انشورنس کی مروّجہ صورتوں کی بھی مختلف عالمی موتمرات میں چھان پھٹک ہو چکی ہے، اور عالم اسلام کے اکثر علماء اس بات پر متفق ہیں کہ تجارتی انشورنس قمار اور ربا پر مشتمل ہونے کی بنا پر ناجائز ہے، لیکن بعض افراد اس بات پر مُصر تھے کہ اس مسئلے کو ایک بار پھر اس عالمی ادارے میں اٹھا کر اس پر غور وخوض کیا جائے۔ عالم اسلام کی معروف شخصیتوں میں صرف ایک ڈاکٹر مصطفی الزرقا، صاحب ہیں جو ابھی تک تجارتی انشورنس کو جائز قرار دیتے ہیں، انہوں نے اپنا یہ موقف متعدد عالمی کانفرنسوں میں پیش کیا، لیکن تقریباً ہر جگہ اس کی تردید کی گئی۔ اس مرتبہ بھی اسلامی فقہ اکیڈمی میں انہوں نے اپنے دلائل نہ صرف زبانی پیش کئے، بلکہ اس موضوع پر اپنی تازہ تالیف بھی ارکان میں تقسیم کی۔ دوسرے تمام حضرات جنہوں نے اس موضوع پر مقالے لکھے تھے تجارتی انشورنس کو ناجائز قرار دیتے تھے۔

ان کی تقریر کے بعد اس مسئلے پر گھنٹوں بحث جاری رہی، اور اکیڈمی کا شاید ہی کوئی رکن چھوٹا ہو جس نے اس بحث میں حصہ نہ لیا ہو، بالآخر ان کا یہ مؤقف باقی تمام ارکان کے اتفاقِ رائے سے رَد کیا گیا، اور اس موضوع پر اکیڈمی نے جو قرارداد منظور کی اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

(۱) تجارتی تأمین (انشورنس) جس میں متعین پریمیم پر عقد کیا جاتا ہے، اور جس پر انشورنس کی تجارتی کمپنیاں عمل کرتی ہیں، ایک ایسا عقد ہے جو غررِ کبیر پر مشتمل ہے اور اسلئے شرعاً حرام ہے۔

(۲) تجارتی تأمین کا وہ بدل جو اسلامی معاملات کے اصولوں کے احترام پر مبنی ہو، ایسی تعاونی تأمین (میوچل انشورنس) ہے جو صرف تبرع اور تعاون کی بنیاد پر قائم ہو۔ اسی طرح اعادۃ التأمین (REINSURANCE) بھی صرف تعاونی تأمین کی بنیاد پر جائز ہو سکتی ہے۔

(۳) اکیڈمی تمام مسلمان ملکوں سے اپیل کرتی ہے کہ وہ تأمینِ تعاونی اور اعادۃ التأمین کے تعاونی ادارے قائم کریں، تاکہ اسلامی معیشت ایسے نظام

سے آزاد ہو سکے جو اللہ تعالیٰ کو اس امت کیلئے ناپسند ہے۔

۳۔ لیٹر آف کریڈٹ:

اس وقت دنیا بھر میں بین الاقوامی تجارت بینکوں کے توسط سے انجام پاتی ہے، اور بائع مشتری سے زرِ ثمن کی ضمانت طلب کرتا ہے، آجکل بینک یہ ضمانت دیتے ہیں، اور اس پر اُجرت وصول کرتے ہیں، مصر کے ایک اسکالر ڈاکٹر توفیق مصری نے اپنا ایک مضمون اکیڈمی میں برائے غور پیش کیا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اگرچہ فقہاء کرامؒ نے ضمانت پر اجرت کا لین دین ناجائز قرار دیا ہے، لیکن اس دور میں جبکہ ضمانت ایک مستقل پیشہ بن چکا ہے، اس کے لئے باقاعدہ ادارے قائم ہیں جن پر بڑے مصارف ہوتے ہیں، بین الاقوامی تجارت کا تصور ضمانت کے بغیر نہیں کیا جا سکتا، اور اتنی بڑی تعداد میں مُفت ضمانت دینے والے میسر نہیں آ سکتے، ضمانت پر اجرت کے جواز کی گنجائش نکل سکتی ہے، انہوں نے استدلال کیا تھا کہ فقہاء حنفیہ نے شرکۃ الوجوہ میں صرف ضمان کی بنا پر ایک شریک کو ربح کا مستحق قرار دیا ہے، اور جب اس پر ربح لیا جا سکتا ہے تو بحالاتِ موجودہ اجرت بھی لینی چاہیئے۔

بہر صورت! یہ موضوع بھی اکیڈمی کے حالیہ اجلاس کے موضوعات میں شامل تھا، اور اس پر ڈاکٹر توفیق کے استفسار کے جواب میں دوسرے متعدد ارکان نے بھی مفصل مقالے لکھے تھے، احقر کا ایک مقالہ بھی اسی موضوع سے متعلق تھا۔ یہ تمام مقالے اس بات پر متفق تھے کہ شریعت میں "کفالت" یا "ضمانت" پر اجرت کے لین دین کی کوئی گنجائش نہیں۔ مقالوں کے بعد اس مسئلے پر مفصل بحث ہوئی، اور تمام ارکان نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ڈاکٹر توفیق کے بیان کردہ دلائل درست نہیں ہیں، اور کسی عمل پر ربح کا جواز اجرت کے جواز کو مستلزم نہیں، جہاں تک بین الاقوامی تجارت میں بینک کے توسط اور اس کی خدمات کے بلا معاوضہ حاصل نہ ہو سکنے کا تعلق ہے، اس مسئلے کا حل یہ ہے کہ بینک ضمانت کے علاوہ جو خدمات انجام دیتا ہے، ان پر بحیثیت وکیل یا بحیثیتِ اجیر اجرت وصول کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس مسئلے میں اکیڈمی نے جو قرارداد متفقہ طور پر منظور کی، اس کے متعلقہ حصے کا ترجمہ یہ ہے:۔

(۱) خطاب الضمان (لیٹر آف کریڈٹ) کے اجراء میں ضمانت کے عمل پر کوئی اجرت لینا شرعاً جائز نہیں، خواہ ایل سی کھلوانے والے کی طرف سے زرِ ثمن کے برابر رقم بنک میں جمع ہو یا نہ ہو۔

(۲) البتہ لیٹر آف کریڈٹ جاری کرنے میں بنک کو جو خدمات انجام دینی پڑتی ہیں ان کی اجرت بنک وصول کر سکتا ہے، بشرطیکہ یہ اجرت اجر المثل سے زائد نہ ہو۔ اور اگر ایل سی کھلوانے والے نے زرِ ثمن کلی یا جزوی طور پر پہلے ہی جمع کرا دی ہو تو بنک اپنی اجرت معین کرنے میں اُس رقم کی ادائیگی پر ہونے والے اخراجات کو

بھی پیش نظر رکھ سکتا ہے۔

۴۔ جائیدادوں پر زکوٰۃ:

اس اجلاس میں ایک سوال یہ بھی سامنے رکھا گیا تھا کہ جو جائیدادیں کرایہ پر دیکر ان سے آمدنی حاصل کی جاتی ہے، اور بہت سے افراد اور اداروں نے اسی کام کو بڑے پیمانے پر اپنا پیشہ بنا یا ہوا ہے، آیا ایسی جائیدادوں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں معروف نکتہ نظر یہی ہے کہ جائیدادیں جب تک تجارت کیلئے نہوں، ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی، لیکن ہمارے زمانے کے بعض حضرات نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ چونکہ اب یہ کاروبار بہت بڑے پیمانے پر ہونے لگا ہے، اس لئے ان جائیدادوں کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہونی چاہیئے، اور عرب ممالک کے بعض علماء مثلاً ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی رائے یہ ہے کہ جائیدادوں کی قیمت پر تو زکوٰۃ واجب نہو، البتہ ان کی آمدنی کو زرعی پیداوار پر قیاس کرکے اس پر عشر یا نصف العشر واجب ہونا چاہیئے، اور اس میں حولان حول کی بھی شرط نہونی چاہیئے، انہوں نے اپنی اس رائے کی تائید میں بعض حنبلی فقہاء کا قول بھی پیش کیا ہے، جو اسی بات کے قائل تھے۔

اس موضوع پر بھی اجلاس میں متعدد مقالات پیش ہوئے، اور عام بحث میں اس کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا، لیکن بالآخر اکیڈمی جس نتیجے پر پہنچی، وہ یہی تھا کہ جائیدادوں پر زکوٰۃ واجب نہیں، البتہ ان سے حاصل ہونے والی آمدنی پر ڈھائی فیصد کی شرح سے حولان حول کے احکام کو مدنظر رکھتے ہوئے زکوٰۃ واجب ہے۔

۵۔ قرضوں پر زکوٰۃ:

اکیڈمی کے سامنے ایک سوال یہ بھی رکھا گیا تھا کہ جو رقمیں کسی شخص نے دوسرے کو قرض دی ہوئی ہیں، ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اس مسئلہ میں فقہاء مجتہدین کے مختلف اقوال مشہور و معروف ہیں، ان اقوال میں سے جس قول پر اکیڈمی کے ارکان کی اکثریت متفق ہوئی وہ یہ ہے کہ اگر قرض کی واپسی کی اُمید ہو تو قرض دینے والے پر اس کی زکوٰۃ واجب ہے، ورنہ نہیں۔

۶۔ دُودھ کے بنک:

اکیڈمی کے پاس ایک سوال یہ آیا تھا کہ بعض مغربی ممالک میں خواتین کے دُودھ کو ذخیرہ کرنے کیلئے بنک قائم کئے گئے ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ کمزور بچے جن کی مائیں انہیں دُودھ نہیں پلا سکتیں، اس بنک سے دُودھ حاصل کر سکیں، اور اس طرح ان کو مصنوعی دُودھ کے بجائے حقیقی دودھ میسر آسکے، بعض اسلامی ملکوں میں بھی اس قسم کے بنک قائم کرنے کی تجویز ہو رہی ہے، سوال یہ تھا کہ آیا ایسے بنک قائم

کرنا جائز ہے یا نہیں؟۔

شرعی نقطۂ نظر سے اس مسئلہ کا قابل غور پہلو یہ تھا کہ اسلام میں کسی خاتون کا دودھ پینے سے رضاعت کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے، جو نکاح کی حلت و حرمت پر اثر انداز ہوتا ہے۔ جن علماء کو اکیڈمی نے خصوصی دعوت پر مدعو کیا تھا، مثلاً شیخ یوسف القرضاوی، انہوں نے اپنے مقالے میں یہ رائے پیش کی تھی کہ ایسے بنک قائم کرنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ امام لیث بن سعدؒ اور ابن حزمؒ کا مسلک یہ ہے کہ رضاعت کا رشتہ صرف اس صورت میں قائم ہوتا ہے جب بچہ کسی خاتون کے سینے سے منہ لگا کر دودھ پیے، برتن میں دودھ نکال کر پینے سے ان کے نزدیک رضاعت کا رشتہ قائم نہیں ہوتا۔

اس مسئلہ پر بھی مفصل بحث ہوئی، تمام متعلقہ دلائل کا جائزہ لیا گیا اور بالآخر اکیڈمی اس نتیجے پر پہنچی کہ قرآن و سنت اور ائمہ مجتہدین کے اقوال کی روشنی میں رضاعت کا رشتہ صرف چھاتیوں سے دودھ پینے کیساتھ مخصوص نہیں، بلکہ برتن میں نکالے ہوئے دودھ سے بھی یہ رشتہ قائم ہو جاتا ہے، اور جہاں تک لیث بن سعدؒ اور ابن حزمؒ کا تعلق ہے، وہ اقوال شاذہ ہیں، اور قرآن و سنت سے ان کی تائید نہیں ہوتی، لہٰذا اس موضوع پر جو قرارداد منظور ہوئی اس میں کہا گیا ہے کہ دودھ کے بنک قائم کرنا اسلئے درست نہیں کہ اس میں رضاعی رشتوں کی تمیز ناممکن ہوگی، اس کے علاوہ مغربی ممالک میں بھی یہ تجربہ کامیاب نہیں رہا، اور عالم اسلام میں عمومی طور پر ضرورت مند بچوں کو متعین خواتین کا دودھ طبعی طور پر میسر آجاتا ہے، اس لئے ایسے بنکوں کے قیام کی چنداں ضرورت نہیں۔

۷۔ قادیانیت:

کیپ ٹاؤن کی "مسلم جوڈیشیل کونسل" نے اکیڈمی کے پاس ایک استفتاء بھیجا تھا جس میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین کے دونوں فرقوں (قادیانی اور لاہوری جماعت) کے بارے میں یہ سوال کیا گیا تھا کہ ان کو مسلمان کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟ نیز کیا کسی غیر مسلم عدالت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی شخص کے مسلمان یا کافر ہونے کا فیصلہ کرے، یہ استفتاء اس مقدمہ کے پس منظر میں بھیجا گیا تھا جو مرزائیوں نے کیپ ٹاؤن کی سپریم کورٹ میں دائر کیا ہوا تھا۔

اگرچہ قادیانیت کے مسئلے پر پہلے بھی متعدد عالمی مجالس میں غور اور فیصلہ ہو چکا ہے، لیکن چونکہ "اسلامی فقہ اکیڈمی" اپنے طرز کی پہلی اکیڈمی ہے، جس میں پورے عالم اسلامی کے علماء کی نمائندگی ہے، اس لئے اس مسئلہ پر یہاں بھی غور ہوا، احقر نے بھی اس موضوع پر ایک مقالہ لکھ کر ارکان میں تقسیم کیا، جس میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین کی عبارتیں تفصیل کے ساتھ پیش کی تھیں، جن سے ان کا نقطۂ نظر واضح ہوتا تھا۔ اکیڈمی کے ارکان نے قادیانیت سے متعلق جملہ معلومات حاصل کرنے کے بعد اس سلسلے میں جو قرارداد منظور کی اس کا اردو ترجمہ یہ ہے:۔

چوتھی قرارداد متعلق فرقہ قادیانیہ:

آرگنائیزیشن آف اسلامک کانفرنس کے زیر انتظام قائم ہونے والی "اسلامی فقہ اکیڈمی" کی جنرل کونسل نے اپنے دوسرے اجلاس میں جو جدہ میں ۱۰ ربیع الثانی سے ۱۶ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ مطابق ۲۲ تا ۲۸ دسمبر ۱۹۸۵ء منعقد ہوا۔

کیپ ٹاؤن جنوبی افریقہ کی مسلم جوڈیشیل کونسل کے ایک استفتاء پر غور کیا، جس میں قادیانیت اور نشر لاہوریہ کے بارے میں سوال کیا گیا تھا کہ ان کو مسلمانوں میں شمار کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ نیز یہ کہ کوئی غیر مسلم عدالت شرعاً اس جیسے مسئلے میں کوئی فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے یا نہیں؟

مرزا غلام احمد قادیانی ہندوستان میں گذشتہ صدی میں پیدا ہوا تھا، اور قادیانی اور لاہوری فرقے اس کی طرف منسوب ہیں، اکیڈمی کے اعضاء کے سامنے اس فرقے سے متعلق جو تحقیقات اور دستاویزات پیش کی گئی ہیں، ان میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی طرف منسوب اور ان دونوں فرقوں کے بارے میں کافی معلومات موجود تھیں، اکیڈمی نے ان تمام معلومات پر غور و خوض کیا، جس کے نتیجے میں اس کے سامنے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی کہ مرزا غلام احمد نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا نبی ہے، جس پر وحی آتی ہے، اس کا یہ دعویٰ اس کی تصانیف میں بھی ثابت ہے، جن میں سے بعض کے بارے میں اس نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ وہ اس کی وحی کا ایک حصہ ہے، یہ بات بھی ثابت ہے کہ وہ عمر بھر اس دعوے کی نشر و اشاعت کرتا رہا ہے اور لوگوں سے تقریر و تحریر کے ذریعہ یہ مطالبہ کرتا رہا ہے کہ وہ اس کی نبوت اور رسالت کا اعتقاد رکھیں، نیز یہ بھی ثابت ہے کہ اس نے بہت سی ضروریات دین مثلاً جہاد کا انکار کیا ہے۔

مکہ مکرمہ کی "مجمع فقہی" اس سلسلے میں پہلے ہی ایک قرارداد منظور کر چکی ہے، اکیڈمی کی جنرل کونسل نے اس قرارداد پر بھی غور کیا، اور اس تمام غور اور بحث کے نتیجے میں مندرجہ ذیل قرارداد باتفاق رائے منظور کی:

قرارداد:

(۱) نبی کریم سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت اور رسالت کے سلسلے کا اختتام دین کے ان ضروری عقائد میں شامل ہے، جو قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہیں، اسی عقیدے کا لازمی حصہ یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی بھی شخص پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی، مرزا غلام احمد نے اپنی نبوت اور رسالت اور اپنے اوپر وحی کے نزول کا جو دعویٰ کیا، وہ دین کے اس ضروری اور قطعی عقیدے کا صریح انکار ہے، مرزا غلام احمد کا یہ دعویٰ خود اس کو اور اس کے تمام موافقین کو مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتا ہے۔ جہاں تک لاہوری جماعت کا تعلق ہے، تو وہ اپنی ظلی اور بروزی تاویلات کے باوجود مرتد ہونے میں قادیانی جماعت ہی کی طرح ہے۔

(۲) کسی غیر اسلامی عدالت یا کسی غیر مسلم جج کو شرعاً یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی شخص کے مسلمان یا مرتد ہونے کا فیصلہ صادر کرے، بالخصوص ایسے مسائل میں جن میں امت اسلامیہ کا اپنے اداروں کے

ذریعہ اجماع منعقد ہوگیا ہو، اسلئے کہ کسی شخص کے مسلمان یا مرتد ہونے کا فیصلہ اسی وقت قابل قبول ہو سکتا ہے جب وہ کسی ایسے مسلمان عالم سے صادر ہوا ہو، جو کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت شدہ احکام کا ماہر ہو، اسلام اور کفر کی حقیقت کو سمجھتا ہو، اور ان تمام باتوں سے باخبر ہو جن کے ذریعہ کسی شخص کو اسلام میں داخل یا خارج سمجھا جا سکتا ہو، لہٰذا ایسی غیر مسلم عدالت کا یہ فیصلہ شرعاً غیر معتبر اور باطل ہے۔ واللہ اعلم۔

اس کے علاوہ پانچ مزید مسائل بھی اکیڈمی میں زیر بحث آئے، جس میں اطفال الانابیب (ٹیسٹ ٹیوب بے بی)، اجھزۃ الانعاش اور حسابات کے ذریعہ قمری تاریخوں کے تعین کا مسئلہ بھی شامل تھا، اس کے علاوہ واشنگٹن کی مرکز اسلامی اور اسلامی ڈویلپمنٹ بینک جدہ کے دو استفسار بھی ایجنڈے پر تھے، لیکن ان موضوعات پر ابتدائی بحث ومباحثہ کے بعد اکیڈمی اس نتیجے پر پہنچی کہ ان مسائل میں کسی حتمی فیصلے تک پہنچنے کیلئے ابھی مزید معلومات درکار ہیں، اور علماء کی تحقیقات کے علاوہ بعض ماہرین سے بھی مدد لینے کی ضرورت ہے، اس لئے ان مسائل کو آئندہ اجلاس تک کیلئے ملتوی کر دیا گیا۔

بحیثیت مجموعی اکیڈمی کا یہ اجلاس بڑا دلچسپ، مفید اور نتیجہ خیز رہا، اس میں ہونے والی بحثوں کا علمی معیار کافی بلند تھا، اور اس سے نہ صرف اسلامی ملکوں کے ایک دوسرے کے قریب آنے کا فائدہ حاصل ہوا، بلکہ علماء کے درمیان تبادلۂ خیال اور مفاہمت کی فضا بھی ہموار ہوئی، اگر اکیڈمی اپنے آئندہ اجلاسوں میں بھی یہ معیار اور یہ فضا برقرار رکھ سکی تو امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس سے ٹھوس نتائج برآمد ہوں گے، اور مسلمانوں کو اپنے مسائل حل کرنے میں مدد ملیگی، اس اجلاس میں جن حضرات نے شرکت کی، ان کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں:-

اسلامی ممالک کے نمائندے:

	نام		ملک
١	ڈاکٹر عبدالسلام داؤد عبادی	○	مملکت اردن
٢	شیخ محمد ھیشام برھانی	○	متحدہ عرب امارات
٣	شیخ احمد الازھر	○	انڈونیشیا
٤	حجۃ الاسلام محمد علی التسخیری	○	اسلامی جمہوریہ ایران
٥	محمد تقی عثمانی	○	اسلامی جمہوریہ پاکستان
٦	مولانا محمد بن عبداللطیف	○	دولت بحرین
٧	مولانا محمد عبدالرحیم	○	اسلامی جمہوریہ بنگلہ دیش
٨		○	
٩	شیخ دکوری ابوبکر	○	جمہوریہ بورکینا فاسو
١٠	پروفیسر صالح طوغ	○	جمہوریہ ترکی

۱۱۔ شیخ تیجانی صابون محمد ○ جمہوریہ چاڈ

۱۲۔ شیخ محمد المختار السلامی ○ جمہوریہ تونس

۱۳۔ سفیر عمر جاہ ○ جمہوریہ گامبیا

۱۴۔ استاذ بومہدی بن یوسف ○ جمہوریہ الجزائر

۱۵۔ شیخ ھارون خلیف جیلسی ○ جمہوریہ جبوتی

۱۶۔ شیخ بکر ابوزید ○ سعودی عرب

۱۷۔ ڈاکٹر روحان امبائی ○ سینیگال

۱۸۔ ڈاکٹر محمد عطار ○ سوڈان

۱۹۔ ڈاکٹر محمد عبداللطیف فرفور ○ شام

۲۰۔ شیخ آدم شیخ عبداللہ ○ صومالیہ

۲۱۔ ڈاکٹر محمد شریف احمد ○ عراق

۲۲۔ شیخ احمد بن احمد الخلیلی ○ عمان

۲۳۔ الحاج عبدالرحمٰن باہ ○ گینیا

۲۴۔ استاذ شریف محمد امین حیدرا ○ گنی بساؤ

۲۵۔ شیخ رجب التمیمی ○ فلسطین

۲۶۔ شیخ عبداللہ بن عبدالعزیز ○ قطر

۲۷۔ شیخ محمد عبدالرحمٰن ○ جزائر القمر

۲۸۔ شیخ عجیل جاسم ○ کویت

۲۹۔ استاذ نزیہ یوسف عاشور ○ لبنان

۳۰۔ ڈاکٹر ابراہیم بشیر ○ لیبیا

۳۱۔ استاذ سید محمد یوسف ○ مالی

۳۲۔ ڈاکٹر عبداللہ ابراہیم ○ ملائشیا

۳۳۔ شیخ عبدالعزیز محمد عیسیٰ ○ مصر

۳۴۔ شیخ مصطفیٰ علوی ○ مراکش

۳۵۔ شیخ محمد علی عبداللہ ○ نیجر

۳۶۔ شیخ علی فارع ○ جنوبی یمن

۳۷۔ شیخ محمد عبدہ عمر ○ شمالی یمن

اعضاء معاونین :

١۔ شیخ صدیق محمد امین الضریر
٢۔ شیخ مصطفیٰ احمد زرقاء
٣۔ شیخ عبداللہ السام ○ رابطہ عالم اسلامی، ● اسلامی فقہ اکیڈمی (مکۃ مکرمہ)
٤۔ مشیر عبدالحلیم محمود الجندی ○ مجمع البحوث الاسلامیہ، ازھر
٥۔ شیخ عبدالستار ابو غدہ ○ فقہ اکیڈمی، کویت
٦۔ شیخ طٰہٰ جابر العلوانی
٧۔ استاذ حسن سایح ○ اسلامی ادارہ برائے تربیت، علوم و ثقافت۔

اسلامی ادارے :

١۔ آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس ○ ڈاکٹر محمد المختار
٢۔ رابطہ عالم اسلامی (اسلامی فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ) ○ ڈاکٹر طلال بافقیہ
٣۔ اسلامی ترقیاتی بنک ○ ڈاکٹر محمد الفاتح حسان
○ استاذ بزیع یاسین۔
٤۔ مالی ادارہ کویت ○ ڈاکٹر عبداللطیف جناحی
٥۔ اسلامی بنک بحرین
٦۔ ادارہ تحقیقات اسلامی معیشت جامعہ ملک عبدالعزیز ○ ڈاکٹر محمد عمر زبیر
○ ڈاکٹر درویش جستنیہ
○ ڈاکٹر انس الزرقاء
○ ڈاکٹر محمد علی القری
○ ڈاکٹر عمر زھیر حافظ
○ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی
○ ڈاکٹر محمد رفیق مصری

محققین و ماہرین شرکاء :

١۔ ڈاکٹر وھبہ زحیلی
٢۔ ڈاکٹر زکریا اسری
٣۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی

(۴)	ڈاکٹر علی السالوس	(۱۱)	پروفیسر ڈاکٹر عبداللہ
(۵)	ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن	(۱۲)	ڈاکٹر محمد علی
(۶)	ڈاکٹر نزیہ حماد	(۱۳)	شیخ کمال الدین
(۷)	ڈاکٹر حسن عبداللہ الامین	(۱۴)	شیخ کمال الدین النارزی
(۸)	ڈاکٹر عبداللہ اوصیف	(۱۵)	شیخ محمد عبداللہ بن بیہ
(۹)	ڈاکٹر محی الدین قاری	(۱۶)	ڈاکٹر محمد امین اسماعیلی
(۱۰)	ڈاکٹر سید طاہر محمود	(۱۷)	شیخ محمد المجددد

وضو کا اہتمام کمالِ ایمان کی نشانی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اچھی طرح جان لو کہ تمہارے سارے اعمال میں سب سے بہتر عمل نماز ہے (اسی لئے اس کا سب سے زیادہ اہتمام کرو) اور وضو کا پورا پورا اہتمام بس مؤمن بندہ ہی کر سکتا ہے۔

(مؤطا امام مالک، مسند احمد)

وضو کی محافظت و نگہداشت کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمیشہ سنّت کے مطابق وضو کیا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بندہ ہر وقت باوضو رہے۔ بہرحال حضورؐ نے اس حدیث میں "محافظت علی الوضو" کو کمال ایمان کی نشانی فرمایا ہے۔

ایک بندہ خدا

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

اللہ والوں کے غلبہ کا مطلب

معارف القرآن | سورۃ الصّٰفّٰت | آیت ۱۶۷ تا ۱۷۹

خلاصہ تفسیر

اور یہ لوگ (یعنی کفارِ عرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے) کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت (کی کتاب پہلے لوگوں (کی کتابوں) کے طور پر آتی (یعنی جیسے یہود و نصاریٰ کے پاس رسول اور کتابیں آئیں، اگر ہمارے لئے ایسا ہوتا) تو ہم اللہ کے خاص بندے ہوتے (یعنی اس کتاب کی تصدیق اور اس پر عمل کرتے، ان کی طرح تکذیب اور مخالفت نہ کرتے) پھر (جب وہ نصیحت کی کتاب رسول کے ذریعہ سے اُن کو پہونچی تو) یہ لوگ اس کا انکار کرنے لگے (اور اپنا وہ عہد توڑ دیا) سو (خیر) اب ان کو (اس کا انجام) معلوم ہوا جاتا ہے (چنانچہ مرتے ہی کفر کا انجام سامنے آگیا، اور بعض سزائیں موت سے پہلے بھی مل گئیں) اور (آگے حضورؐ کو تسلی ہے کہ گو اس وقت ان مخالفین کو کسی قدر شوکت حاصل ہے لیکن یہ چند روزہ ہے کیونکہ) ہمارے خاص بندوں یعنی پیغمبروں کے لئے ہمارا یہ قول پہلے ہی سے (یعنی لوحِ محفوظ ہی میں) مقرر ہو چکا ہے کہ بیشک وہی غالب کئے جاویں گے اور (ہمارا تو عام قاعدہ ہے کہ) ہمارا لشکر غالب رہتا ہے (جو رسولوں کے متبعین کو بھی شامل ہے، سو جب یہ بات ہے کہ آپؐ غالب آنے والے ہیں ہی) تو آپؐ (تسلی رکھئے اور) تھوڑے زمانہ تک (صبر کیجئے اور) ان (کی مخالفت اور ایذا رسانی) کا خیال نہ کیجئے اور (ذرا) ان کو دیکھتے رہیئے (یعنی ان کی حالت کا قدرے انتظار کیجئے) سو عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے (اس کا بھی وہی مطلب ہے جو فسوف یعلمون کا تھا کہ ان کو مرنے کے بعد بھی اور مرنے سے پہلے بھی اللہ کی طرف سے سزا کا سامنا کرنا پڑے گا اس دھمکی پر وہ کہہ سکتے تھے اور اکثر وہ کہا بھی کرتے تھے کہ ایسا کب ہوگا؟ تو اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ) کیا ہمارے عذاب کا تقاضا کر رہے ہیں؟ سو وہ (عذاب) جب اُن کے رُو در رُو آنازل ہوگا سو وہ دن ان لوگوں کا جن کو (پہلے سے) ڈرایا جا چکا تھا بہت ہی بُرا ہوگا (کہ وہ عذاب ٹل نہ سکے گا) اور (جب یہ بات ہے کہ ان لوگوں پر واقع ہونے والا ہے تو) آپؐ (تسلی رکھئے اور) تھوڑے زمانہ تک (صبر کیجئے اور) ان (کی مخالفت اور ایذا رسانی) کا خیال نہ کیجئے اور (ذرا ان کی حالت کو) دیکھتے رہئے (یعنی منتظر رہیئے) سو عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے (یعنی آپؐ کو تو ہمارے کہنے سے یقین ہے ہی، آنکھوں سے دیکھ کر انہیں بھی یقین آجائے گا)

معارف ومسائل

اسلام کے بنیادی عقائد کو دلائل وشواہد سے ثابت کرنے کے بعد ان آیتوں میں کفار کی ہٹ دھرمی کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل تمنا کیا کرتے تھے کہ اللہ کا کوئی پیغمبر آئے تو یہ اس کی پیروی کریں، لیکن جب آپ تشریف لے آئے تو انہوں نے ضد اور عناد کا وطیرہ اختیار کیا ہوا ہے، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ ان لوگوں کی ایذا رسانیوں سے رنجیدہ نہ ہوں، عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ آپ غالب اور فتح یاب ہوں گے اور یہ مغلوب اور نشانۂ عذاب، آخرت میں تو اس کا مکمل مظاہرہ ہوگا ہی، دنیا میں بھی اللہ نے دکھا دیا کہ غزوۂ بدر سے لے کر فتح مکہ تک ہر جہاد میں اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ظفرمند کیا، اور آپ کے مخالفین ذلیل وخوار ہوئے۔

اللہ والوں کے غلبہ کا مطلب وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا (الیٰ قولہ تعالیٰ) وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۔ ان آیتوں کا مفہوم یہ ہے کہ ہم نے یہ بات پہلے سے طے کر رکھی ہے کہ ہمارے خاص بندے یعنی پیغمبر ہی غالب ہوتے ہیں، اس پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ بعض پیغمبروں کو دنیا میں غلبہ حاصل نہیں ہوا، اس کا جواب یہ ہے کہ معلوم پیغمبروں میں اکثریت تو ایسے ہی حضرات کی ہے جن کی قومیں انہیں جھٹلا کر عذاب میں مبتلا ہوئیں، اور ان حضرات کو عذاب سے محفوظ رکھا گیا صرف چند انبیاء علیہم السلام ایسے ہیں جنہیں دنیا میں آخر وقت تک بظاہر مادی طور پر غلبہ نہ مل سکا، لیکن دلیل وحجت کے میدان میں ہمیشہ وہی سربلند رہے، اور نظریاتی فتح ہمیشہ انہی کو حاصل ہوئی ہاں اس سربلندی کے مادی آثار کسی خاص حکمت مثلاً آزمائش وغیرہ کی وجہ سے آخرت تک مؤخر کر دیئے گئے، لہٰذا بقول حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ذلیل رہزن کسی بڑے حاکم افسر کے ساتھ سفر کی حالت میں لوٹ مار کرنے لگے، مگر وہ حاکم اپنے دارالحکومت میں پہنچے گا اس رہزن کو گرفتار کر کے سزا دے گا، لہٰذا اس عارضی غلبہ کی وجہ سے نہ اس رہزن کو حاکم کہہ سکتے ہیں، اور نہ اس افسر کو محکوم بلکہ اصلی حالت کے اعتبار سے وہ رہزن اس غلبہ میں بھی محکوم ہے اور وہ افسر اس مغلوبیت میں بھی حاکم ہے، اسی بات کو حضرت ابن عباسؓ نے ایک مختصر اور سلیس عنوان سے تعبیر فرمایا ہے:۔ اِنْ لَّمْ يُنْصَرُوْا فِي الدُّنْيَا يُنْصَرُوْا فِي الْاٰخِرَةِ (بیان القرآن تفسیر سورۂ مائدہ)

لیکن یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ یہ غلبہ خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں کسی قوم کو محض خصوصیات نسلی یا دین کے ساتھ محض نام کے تعلق سے حاصل نہیں ہوتا، بلکہ یہ اس وقت ہوتا ہے جب انسان اپنے آپ کو "اللہ کے لشکر" کا ایک فرد بنا لے، جس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ وہ ہر شعبہ زندگی میں اللہ کی اطاعت کو اپنا مقصد حیات بنائے ہوئے ہو "جُنْدَنَا" (ہمارا لشکر) کا لفظ بتا رہا ہے کہ جو شخص اسلام قبول کرے اسے اپنی ساری زندگی نفس اور شیطان کی طاقتوں سے جنگ کرنے میں خرچ کرنے کا معاہدہ ہوگا، اور اس کا غلبہ خواہ مادی ہو یا اخلاقی، دنیا میں ہو یا آخرت میں اسی شرط پر موقوف ہے۔

فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ (پس جب وہ عذاب اُن کے صحن میں آنازل ہوگا تو جن لوگوں کو پہلے ڈرایا جا چکا تھا اُن کی وہ صبح بہت بُری ہوگی) "ساحۃ" کے لفظی معنی صحن کے ہیں اور نزل بساحتہ (اس کے صحن میں اترا) عربی محاورہ ہے جس کا مفہوم کسی آفت کا سامنے آجانا ہے اور صبح کے وقت کی تخصیص یہ ہے کہ اہل عرب میں دشمن کا حملہ عموماً اسی وقت ہوا کرتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بھی یہی تھا کہ اگر کسی دشمن کے خطے میں رات کے وقت پہنچتے تو حملے کیلئے صبح تک انتظار فرماتے تھے (مظہری) روایات میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قلعۂ خیبر پر صبح کے وقت حملہ کیا تو ارشاد فرمایا "اللہ اکبر خربت خیبر، انا اذا نزلنا بساحۃ قوم فساء صباح المنذرین" (اللہ اکبر! خیبر ویران ہوگیا، بلاشبہ جب ہم کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو جن لوگوں کو پہلے ڈرایا جا چکا تھا اُن کی وہ صبح بہت بُری ہوتی ہے)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہٗ

خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت تھانوی قدس اللہ سرہٗ

حضرت خضر علیہ السلام کی تسلی

فرمایا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال میں حضرت خضر علیہ السلام نے صحابہ کو اس طرح تسلی فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہر مصیبت سے تسلی ہے! اور ہر فوت ہونے والے کا عوض ہے۔ پس اللہ پر بھروسہ رکھو! اور اسی سے امید رکھو! کیونکہ پورا محروم تو وہی ہے جو ثواب سے محروم رہے! اور مسلمان تو کسی مصیبت میں ثواب سے محروم نہیں رہتا۔ فرمایا کوئی مصیبت اپنی ذات میں مصیبت نہیں، بلکہ محل کے اعتبار سے مصیبت ہے۔

غیر اختیاری پریشانی

فرمایا پریشانی غیر اختیاری واقعی مجاہدہ اور خیر ہی خیر ہے! اور پریشانی اختیاری میں نور نہیں ظلمت ہوتی ہے۔ اور فرمایا جس مصیبت سے انقباض اور پریشانی بڑھے وہ تو گناہوں کی وجہ سے ہے! اور جس سے تعلق مع اللہ میں ترقی ہو، تسلیم و رضا زیادہ ہو۔ وہ حقیقت میں مصیبت نہیں۔ گو صورتِ مصیبت ہے! اور صورتِ مصیبت رفعِ درجات و امتحانِ محبت کے واسطے ہے۔

حرصِ شرعی

فرمایا حرصِ شرعی وہ ہے جس سے دنیا کو دین پر ترجیح ہونے لگے۔

مصائب کے وقت دستور العمل

فرمایا مصائب کو گناہوں کی سزا سمجھو یا ایمان کی آزمائش مگر یہ مت سمجھو کہ اللہ تعالےٰ ہم سے ناراض ہو گئے ہیں۔ کیونکہ یہ خیال خطرناک ہے! اس سے تعلق ضعیف ہو جاتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ تعلق زائل

ہو جاتا ہے۔

تفویض و توکل

فرمایا خدا کی تجویز میں اپنی تجویز کو فنا کر دو۔ ابتداء میں تو اہل اللہ کو یہ حالت تکلف کے ساتھ حاصل ہوتی ہے، خدا تعالیٰ کی حکمت و قدرت کو سوچ سوچ کر اپنے ارادہ و تجویز کو فنا کرنا پڑتا، پھر یہ حالت ان کے لئے امر طبعی بن جاتی ہے۔ پھر فرمایا اپنے ارادہ کو خدا کے ارادہ کے تابع کر دو جو کچھ ہوگا ہم اس پر راضی ہیں۔ توکل مطلوب یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر اعتقاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا جو وہ چاہیں گے وہ ہی ہوگا' اور خلاف شرع تدبیر نہ کرو! واللہ تم متوکل ہو اور فرمایا تمام تدابیر کے بعد تفویض ہی سے گرہ کھلتی ہے۔

پھر فرمایا پھونک دو اپنی ہوس کو اور جلا دو اپنی تجویز کو، بس فنا اور تفویض کلی اختیار کرو، میاں کو راضی رکھنے کی کوشش کرو! کمال کی ہوس کرنے والے تم کون ہو۔

راحت کا نسخہ

فرمایا تم اپنی طرف سے نہ بلا تجویز کرو نہ راحت' بلکہ جو وہ تجویز کر دیں اس پر راضی رہو۔

عزت بڑھنا

فرمایا اقرار خطا سے اور عزت بڑھ جاتی ہے۔

عمل پیدا کرنے کا طریقہ

فرمایا! عمل پیدا کرنے کا طریقہ، غلبۂ محبتِ الٰہی کا حاصل کرنا ہے۔

محمد تقی عثمانی

الحمد للہ وکفیٰ، وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

جمہوریہ الجزائر کی وزارتِ مذہبی امور پچھلے انیس سال سے ہر سال عالمِ اسلام کے علماء اور مفکرین کا ایک بین الاقوامی اجتماع منعقد کرتی ہے جس کا نام "ملتقی الفکر الاسلامی" ہے۔ ہر سال اس اجتماع کا ایک مرکزی موضوع متعین کر دیا جاتا ہے، اور تمام مقالہ نگار اس موضوع پر اپنے مقالات پیش کرتے ہیں۔ دو سال پہلے یہ اجتماع "اجتہاد" کے موضوع پر منعقد ہوا تھا، اور اس میں راقم الحروف کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی تھی، میں نے اپنا مقالہ تو اس اجتماع میں بھیج دیا تھا جو وہاں شائع ہو کر تقسیم ہوا۔ اور بعد میں اسلام آباد کے مجلّہ "الدراسات الاسلامیۃ" نے بھی اسے نقل کیا۔ لیکن میں خود اپنی مصروفیات کی وجہ سے الجزائر نہ جا سکا۔

امسال رمضان المبارک کے دوران پھر اس اجتماع کیلئے دعوت موصول ہوئی۔ رفتہ رفتہ مختلف تجربات کی روشنی میں اب بین الاقوامی کانفرنسوں سے دل اکتانے لگا ہے، اس لئے کہ عام طور پر ان کا کوئی مثبت نتیجہ برآمد ہوتا نظر نہیں آتا۔ اس لئے صرف کانفرنس کی شرکت کیلئے اب کسی سفر پر دل آمادہ نہیں ہوتا، البتہ چونکہ ابتک مغربِ اسلامی ملکوں میں سے کہیں جانا نہیں ہوا، اور اس پوری سرزمین سے اسلام کے درخشاں دور کی بڑی عظیم یادیں وابستہ ہیں، اسلئے الجزائر دیکھنے اور وہاں کے مسلمانوں سے ملنے کا شوق مدت سے تھا۔ اور اس مرتبہ اس اجتماع کی تاریخیں بھی ایسی تھیں کہ شرکت میں کوئی دوسری اہم مصروفیت مانع نہ تھی، اسلئے بنام خدا تعالیٰ اس سفر کا ارادہ کرلیا۔

پاکستان سے الجزائر کیلئے چونکہ کوئی براہ راست فضائی سروس موجود نہیں ہے، اس لئے کسی دوسرے ملک کے واسطے سے جانا پڑتا ہے، اور ان پروازوں کا باہمی تعلق کچھ اس قسم کا تھا کہ میرے لئے اجتماع کے شروع میں پہنچنا ممکن نہ تھا، یہ اجتماع پیر ۸ جولائی سے ۱۶ جولائی تک جاری رہنا تھا، اور میں شنبہ ۹ جولائی کی شب میں ڈھائی بجے پی آئی اے کے طیارے سے قاہرہ کیلئے روانہ ہوا، اور بیچ میں ایک گھنٹے کیلئے دبئی رکتا ہوا مصری وقت کے مطابق صبح ۶½ بجے قاہرہ کے ہوائی اڈے پر اتر گیا۔ یہاں ہوائی اڈے پر استقبال کیلئے کوئی موجود نہ تھا، جن حضرات کو میں نے اطلاع کی تھی غالباً ان کو اطلاع نہیں مل سکی۔ لیکن پی آئی اے کے عملے، بالخصوص قاہرہ کے اسٹیشن منیجر فاروق حمید صاحب نے بڑی محبت اور اخلاق کا معاملہ کیا، اور بفضلہ تعالیٰ ہوائی اڈے کے تمام مراحل سے بآسانی گذار کر نہایت آرام سے ہوٹل پہنچا دیا۔ مجھے الجزائر کے طیارے کے انتظار میں یہاں دو دن ایک رات ٹھہرنا تھا۔ آجکل مصر میں پاکستان کے سفیر ہمارے سابق وزیر اطلاعات جناب راجہ ظفر الحق صاحب ہیں۔ ہوٹل سے میں نے انہیں فون کیا تو انہوں نے احقر کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا، اور تھوڑے آرام کے بعد ہوٹل میں گاڑی بھیج دی جس کے ذریعے پاکستانی سفارت خانے جانا ہوا۔

راجہ صاحب ماشاء اللہ بڑی محبوب اور ہر دلعزیز شخصیت کے مالک ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان سے ان کی وزارت کے زمانے میں بھی بڑا کام لیا، اور جب سے وہ مصر میں سفیر بنکر پہنچے ہیں، انہوں نے یہاں کے علمی ودینی حلقوں کے بھی دل موہ لئے ہیں۔ ان سے دلچسپ ملاقات رہی، اور مصر کے حالات معلوم ہوئے۔

قاہرہ کے پچھلے سفر میں میں اہرام مصر نہیں دیکھ سکا تھا کیونکہ وہ عام شہر سے ذرا فاصلے پر واقع ہیں، راجہ صاحب نے خود اپنی گاڑی فراہم کر کے اہرام تک جانا آسان کر دیا۔ چنانچہ اس مرتبہ یہ تاریخی عبرت گاہ بھی اطمینان کے ساتھ دیکھنے کا موقع ملا۔

اہرامِ مصر:

عہدِ قدیم میں دنیا کے جو سات عجائب مشہور تھے، اُن میں سے اہرام مصر ہی تنہا وہ عجوبہ ہے جو آج تک باقی چلا آتا ہے، ہزاروں سال قبل مسیح (علیہ السلام) بنی ہوئی یہ حیرت انگیز عمارتیں آج بھی انجینئرنگ کی تاریخ کا عجوبہ سمجھی جاتی ہیں اور آج جبکہ انجینئرنگ اپنے بامِ عروج پر پہنچی ہوئی ہے۔ "الھرم الاکبر" اس دور میں بھی اپنے طول وعرض اور اونچائی کے لحاظ سے دُنیا کی سب سے بڑی عمارت ہے۔

یہ عمارت کس نے اور کیوں بنائی تھی؟ اس کے بارے میں تاریخی روایات اس قدر مختلف ہیں کہ ان کی بنیاد پر کوئی فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ مصر کے مشہور مورخ علامہ مقریزیؒ لکھتے ہیں:

وقد اختلف الناس فی وقت بناءها، واسم بانیها، والسبب

فی بنائھا، وقالوا فی ذلک أقوالا متباینة أکثرھا غیر صحیح،

لوگوں کے درمیان اہرام کی تاریخ تعمیر، اس کے بانی کے نام اور تعمیر کے سبب کے بارے میں اختلاف ہے، اور اس سلسلے میں متضاد اقوال ہیں جن میں سے اکثر صحیح نہیں۔ (الخطط المقریزیۃ ص ۱۹۸ ج ۱)

لیکن قدیم عربی مآخذ میں اس سلسلے میں جو روایت زیادہ مشہور ہے وہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان سے پہلے مصر کے ایک بادشاہ سوریدنے ایک خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر بعض کاہنوں اور نجومیوں نے یہ دی کہ دنیا پر ایک عالمگیر مصیبت آنے والی ہے، سوریدنے اس موقع پر اہرام کی تعمیر کا حکم دیا، اور اس کے اندر کچھ ایسی سرنگیں بنائی تھیں جن سے دریائے نیل کا پانی داخل ہو کر کسی خاص جگہ تک جاسکے، نیز اس عمارت میں طرح طرح کے عجائب شامل کئے تھے، اور اس وقت اہل مصر سائنس اور حساب سے لیکر طب اور سحر تک جتنے علوم سے واقف تھے، ان کو اس عمارت کی دیواروں، چھتوں اور ستونوں پر لکھ کر محفوظ کیا تھا، بعد میں اسی عمارت کو بادشاہوں کے مقبروں کے طور پر بھی استعمال کیا گیا۔ (حسن المحاضرہ للسیوطی، ص ۳۳ تا ۳۵)

ایک روایت یہ ہے کہ اہرام کا بانی قوم عاد کا ایک بادشاہ شداد تھا، اور بعض روایتوں میں حضرت ادریس علیہ السلام کو ان کا بانی قرار دیا گیا ہے۔ (الخطط المقریزیۃ، ص ۲۱۰، ج ۱)

ان عمارتوں کے بارے میں طرح طرح کی طلسماتی کہانیاں بھی مشہور رہی ہیں، جو علامہ سیوطیؒ اور علامہ مقریزیؒ نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں۔

لیکن عہد جدید میں آثار قدیمہ کے ماہرین نے مختلف کھدائیوں اور دریافت شدہ تحریروں کی تحقیق کے بعد جو رائے قائم کی ہے، وہ یہ ہے کہ اہرام مصر دراصل عہد قدیم میں بادشاہوں کے مقبروں کے طور پر تعمیر کئے گئے تھے، اُس دور میں بادشاہوں کے مقبرے اسی مخروطی شکل میں تعمیر کئے جاتے تھے، اور فراعنہ کے چوتھے سے لیکر سترھویں خاندان تک مقبروں کا یہی اسلوب مقبول عام رہا، چنانچہ مصر کے مختلف حصوں میں بہت سے اہرام تعمیر کئے گئے، چنانچہ تقریباً اسی اہرام کے آثار دریائے نیل کے مغربی علاقے اور مصر کے زیریں اور وسطی خطوں میں اب بھی پائے جاتے ہیں۔ لیکن یہ اہرام زیادہ تر معمولی سائز کے تھے، اور انہیں مخروطی شکل دینے کیلئے سیڑھیوں کا سا انداز اختیار کیا گیا تھا، ان کو "الاہرام الصادقۃ" (True Pyramids) کہا جاتا ہے۔ ان اہرام میں سے قدیم ترین مقبرہ شہر صقرہ سے چند میل جنوب میں واقع ہے، اور کہا جاتا ہے کہ شاہ اسنیفرو نے ۲۶۰۰ق م میں تعمیر کیا تھا، جو فراعنہ کے چوتھے شاہی خاندان کا ایک بادشاہ تھا۔

(Encyclopaedia International, Lexicon 1982 V.15 P.194)

لیکن یہ اہرام اپنی قدامت کے باوجود فن تعمیر کے نقطۂ نظر سے کوئی عجوبہ قرار نہیں دیئے گئے۔ بعد میں تین اہرام قاہرہ کے قریب جیزہ کے علاقے میں (جو اب قاہرہ ہی کا ایک حصہ بن گیا ہے) تعمیر کئے گئے۔ یہ اپنے سائز کے اعتبار سے بھی غیر معمولی تھے، اور ان کو مخروطی شکل دینے کیلئے سیڑھیوں کا سا

انداز بھی اختیار نہیں کیا گیا، بلکہ نیچے سے اوپر تک سطح کو سپاٹ رکھتے ہوئے انہیں مخروطی شکل دی گئی۔ یہی تین اہرام دنیا کے عجائب میں شمار ہوتے ہیں، اور آج بھی دنیا بھر کے سیاحوں کی دلچسپی کا مرکز ہیں۔

جدید تحقیق کے مطابق یہ تین اہرام حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً ڈھائی ہزار سال پہلے فراعنہ کے چوتھے خاندان کے بادشاہ خوفو اور اس کے بیٹوں خفرے اور منکارہ نے تعمیر کئے تھے۔ ان میں سب سے بڑی عمارت "الھرم الاکبر" کہلاتی ہے، اور وہ خوفو نے تعمیر کی تھی۔ زمین پر اس کا مجموعی رقبہ ۱۳ (تیرہ اعشاریہ ایک) ایکڑ ہے، اور صرف ایک سمت سے زمین پر اس کا طول ۵۶، فیٹ ہے۔ تیار ہونے کے بعد اس کی اونچائی ۴۸۱ فیٹ تھی، بعد میں کچھ بالائی حصہ کم کیا گیا تو اونچائی ۳۱ فیٹ کم ہوگئی۔ اس کی تعمیر میں بیس لاکھ سے زیادہ پتھر کے بلاک استعمال ہوئے ہیں، جن میں سے کوئی پتھر ۲ ٹن سے کم نہیں ہے، بعض پتھر ۱۵ ٹن وزنی بھی ہیں، لیکن اوسطاً پتھروں کا وزن ڈھائی ٹن ہے، لیکن ان پتھروں کو ایسی فنکاری کے ساتھ جوڑا گیا ہے کہ ان کی درمیانی جھری باہر سے نظر ہی نہیں آتی، اور دُور سے پوری عمارت ایک ہی دیو ہیکل مخروطی پتھر معلوم ہوتی ہے۔

ایک امریکی ماہر آثار قدیمہ ڈیسمنڈ اسٹیورٹ نے اہرام مصر پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے، اس میں وہ لکھتا ہے:

> "دنیا بھر میں پتھر کی یہ سب سے بڑی تعمیر تیرہ ایکڑ کے رقبے میں کھڑی ہے، جو بیس لاکھ سے زائد بلاکوں پر مشتمل ہے، اور یہ بلاک اوسطاً ڈھائی ٹن وزنی ہیں،
>
> ...... اس کی ہر سمت ۵۵، فیٹ طویل ہے، لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ تمام کونے مکمل طور پر بالکل صحیح زاویہ بناتے ہیں۔ اور سامنے کے پتھر اتنے ٹھیک ٹھیک نصب کئے گئے ہیں کہ ان کے درمیانی جوڑ نظر نہیں آتے۔"

(Desmond Stewart, The Pyramid and Sphinx, New York 1978, P. 166)

ہم "الھرم الاکبر" کے نیچے پہنچے تو اس کے تقریباً بیچوں بیچ زمین سے ذرا بلندی پر ایک غار نما دروازہ نظر آیا جو ایک سُرنگ میں کھلتا ہے، یہ سُرنگ اندر ہی اندر ہرم کی چوٹی تک چڑھتی ہوئی گئی ہے، عربی تاریخوں کے مطابق یہ ہرم کا باقاعدہ دروازہ نہیں ہے۔ بلکہ خلیفہ مامون رشید نے اپنے عہدِ حکومت میں اہرام مصر کے اندرونی راز معلوم کرنے کیلئے ہرم اکبر کے بیچ سے کھدائی کا حکم دیا تھا، اور اس دور میں صرف اتنے حصے کی کھدائی پر بڑی دولت صرف کی گئی تھی، اور اس کیلئے آگ اور سرکے سے لیکر منجنیقوں تک کو استعمال کیا گیا تھا، کھدائی سے معلوم ہوا کہ دیوار کا اندرونی حجم بیس ہاتھ ہے، چنانچہ بیس ہاتھ کی کھدائی مکمل ہوئی تو اتفاق سے یہ وہی جگہ تھی جہاں سے سُرنگ اوپر کی طرف جارہی تھی، وہاں زبرجد کی ایک پلیٹ بھی رکھی ہوئی تھی جس میں ایک ہزار دینار رکھے تھے جن میں سے ہر ایک کا وزن ایک اوقیہ تھا۔ بعد میں جب مامون رشید

نے کھدائی کے مجموعی خرچ کا حساب لگایا تو وہ اتنے ہی دینار کے برابر تھا۔ (الخطط المقریزیہ ص ۲۰۱ ج ۱ و حسن المحاضرۃ للسیوطیؒ ص ۳۴ و ۳۵)

اس سرنگ کی چڑھائی خاصی دشوار گذار ہے، چڑھائی کی مشقت اور گرمی کی شدت سے لوگ اوپر پہنچتے پہنچتے پسینے میں شرابور ہو جاتے ہیں، اس سرنگ کی انتہا ایک وسیع و عریض ہال پر ہوتی ہے جس کی تمامتر دیواریں پتھر کی ہیں، اور اس کے شمال مغربی کونے میں پتھر کا ایک حوض بنا ہوا ہے، اس حوض میں بادشاہ کی لاش رکھی جاتی تھی۔ تاریخوں میں لکھا ہے کہ ہرم کی دیواروں پر عجیب و غریب رسم الخط کی عبارتیں تحریر تھیں جو مرورِ زمانہ سے مٹ گئی ہیں۔ نیز دیواروں کو طرح طرح کے نقوش اور لعل و جواہر سے مزین کیا گیا تھا، اب ان میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی۔

ہرمِ اکبر کے بعد دوسرے نمبر پر "ہرم اوسط" ہے، نیچے کھڑے ہو کر دیکھیں تو یہ زیادہ بڑا معلوم ہوتا ہے، لیکن حقیقۃً ہرم اکبر سے چھوٹا ہے، یہ تعمیر کے وقت ۴۷۱ فٹ بلند تھا، اور اب اس کی اونچائی ۴۴۷ فٹ ہے۔ یہ خوفو کے بیٹے خفرے کا بنایا ہوا ہے جو شیفرن (Chephren) کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔

تیسرا ہرم "ہرم اصغر" ہے، یہ تعمیر کے وقت ۲۱۸ فٹ بلند تھا، اور اب ۲۰۴ فٹ بلند ہے اور یہ خیفرے کے جانشین منکارہ کا تعمیر کردہ ہے، جو مائی سرینوس کے نام سے معروف ہے۔ یہ تینوں اہرام چونکہ قاہرہ کی عام سطح زمین سے کافی بلند ہیں، اس لئے یہاں سے شہر قاہرہ کا منظر بھی بڑا خوشنما ہے، اور یہاں ہر وقت سیاحوں کا ہجوم رہتا ہے۔ فقیہ عمارۃ الیمنیؒ نے اہرام مصر کے بارے میں کہا ہے ؎

خلیلیّ ما تحت السماء بنیّة	تماثل فی إتقانہا ہرمی مصر
بناء یخاف الدھر منہ، وکل ما	علی ظاھر الدنیا یخاف من الدھر
تنزہ طرفی فی بدیع بناءھا	ولم یتنزہ فی المراد بھا فکری

میرے خیال میں اہرام مصر جیسے عجوبے پر اس سے بہتر اور متوازن تبصرہ نہیں ہو سکتا۔ [1]

ابوالہول:

اہرام جیزہ کے مشرقی جانب میں شہرۂ آفاق "ابوالہول" واقع ہے، یہ دراصل ہرم اوسط کے بانی خیفرے کا مجسمہ ہے جو اس نے خود اپنی زندگی میں بنوایا تھا۔ مقریزیؒ نے لکھا ہے کہ اس کا قدیم نام "بلہیب" تھا، عربوں نے اس کا نام "ابوالہول" رکھ دیا۔ مقریزیؒ کے زمانے میں اس مجسمے کا سر اور

---

[1] اشعار کا ترجمہ یہ ہے: "دوستو! آسمان کے نیچے کوئی عمارت ایسی نہیں جو اباقی اگلے صفحہ کے حاشیہ پر۔

گردن سطحِ زمین پر نظر آتی تھی، اور لوگوں کا قیاس یہ تھا کہ باقی جسم زمین میں مدفون ہے۔ چنانچہ بعد میں کسی وقت زمین کھودی گئی تو قیاس درست نکلا، اب اس کے چاروں طرف زمین کھدی ہوئی ہے، اور پورا مجسمہ نظر آتا ہے، البتہ چہرے کے نمایاں نقوش مٹے ہوئے ہیں۔ اور مقریزیؒ نے لکھا ہے کہ ہمارے زمانے میں ایک صوفی بزرگ شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ تھے جو ہمیشہ روزے سے رہتے تھے انہوں نے ۷۸۰ھ میں بہت سے منکرات کے ازالے کے لئے ایک مہم شروع کی، اور اسی مہم کے دوران انہوں نے ابوالہول کے چہرے کو اس طرح بگاڑ دیا کہ چہرے کے نقوش نظر نہ آئیں۔ (الخطط ص ۱۲۱ ج ۱)

بہرکیف! یہ مجسمہ ۲۴۰ فٹ لمبا اور ۶۶ فٹ اونچا ہے، اس کی ناک قدِ آدم ہے، اور ہونٹ ۷ فٹ سے زائد لمبے ہیں[۲]، چہرہ مردانہ ہے، لیکن دھڑ شیر جیسا ہے، اور یہ پورا مجسمہ ایک ہی پتھر کا بنا ہوا ہے۔

تاریخی روایات اس بات پر متفق ہیں کہ اہرام اور ابوالہول کے لئے پتھر اسوان کے علاقے سے لائے گئے تھے، جہاں آجکل اسوان بند تعمیر کیا گیا ہے۔

ابوالہول کے دائیں جانب ایک زیرِ زمین قلعہ نما عمارت کے کھنڈر ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ فرعونوں کے زمانے میں شہزادیوں کے کمرے تھے۔

جامع عمرو بن العاصؓ:

اہرام سے فارغ ہو کر ہم وسطِ شہر میں "جامع عمرو بن العاصؓ" پہنچے، جو نہ صرف مصر، بلکہ پورے افریقہ کی قدیم ترین مسجد ہے، حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مصر فتح کیا تو یہاں سب سے پہلے ایک بڑی مسجد کی بنیاد ڈالنی چاہی، اُس وقت یہاں انگور وغیرہ کے باغات تھے، حضرت عمرو بن عاصؓ کے حکم پر زمین ہموار کی گئی، مسجد کا قبلہ متعین کرنے میں اسّی صحابہ کرامؓ شامل تھے، جن میں حضرت زبیر بن عوامؓ، حضرت عبادہ ابن صامتؓ، حضرت ابوالدرداءؓ اور حضرت ابوذر غفاریؓ کے اسماء گرامی بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں۔

مسجد کے سب سے پہلے امام خود حضرت عمرو بن عاصؓ تھے، اور مؤذن ایک دوسرے صحابی حضرت ابومسلم یافعیؓ تھے۔

(صفحہ گذشتہ سے پیوستہ) اپنے استحکام میں مصر کے دو ہرموں کے مشابہ ہو۔ یہ ایسی عمارت ہے جس سے زمانہ بھی ڈرتا ہے، حالانکہ روئے زمین کی دوسری چیزیں زمانے سے ڈرتی ہیں۔ میری آنکھ اس عجیب و غریب عمارت کو دیکھ کر محظوظ ہوتی ہے، لیکن یہ عمارت جس مقصد کیلئے بنائی گئی ہے اس کے تصور سے میرا ذہن محظوظ نہیں ہوتا۔ (The Pyramid And Sphinx, by Desmend Stewart P 44)-

بعد میں حضرت مسلمہ بن مخلد انصاریؓ نے (جو حضرت معاویہؓ کی طرف سے مصر کے حاکم تھے) اس مسجد میں توسیع کی، اور اس میں مینار بنایا، اور کہا جاتا ہے کہ مصر میں مسجد کے ساتھ مینار تعمیر کرنے کا آغاز انہوں نے ہی کیا۔ پھر ۵۳ھ میں عبدالعزیز بن مروان نے یہ مسجد از سر نو تعمیر کی، اور ان کے بعد ولید بن عبدالملک کے حکم سے اسے منہدم کر کے دوبارہ تعمیر کیا گیا، اس وقت اس پر نقش و نگار کا اضافہ ہوا، اور اس کے ستونوں پر سونے کا پانی چڑھایا گیا۔ (حسن المحاضرۃ للسیوطیؒ ص ۷۳، ج ۱)

اس مسجد میں بڑے جلیل القدر بزرگانِ دین، علماء کرام، اور اولیاء و اتقیاء نمازیں پڑھتے رہے ہیں، ابتدائے اسلام میں یہی مسجد مجلسِ قضاء کا کام بھی دیتی تھی، اور بعد میں یہاں بڑے عظیم الشان حلقہ ہائے درس بھی قائم ہوئے۔ علامہ ابن صائغ حنفیؒ کا کہنا ہے کہ "میں نے ۷۴۹ھ سے پہلے اس مسجد میں چالیس سے زیادہ علمی حلقے شمار کئے ہیں" نیز کہا جاتا ہے کہ رات کے وقت یہاں اٹھارہ ہزار چراغ روشن ہوتے تھے، اور روزانہ گیارہ قنطار تیل خرچ ہوتا تھا۔

(حسن المحاضرۃ للسیوطیؒ، ص ۱۵۲، ج ۲)

اس مسجد کی پوری تاریخ علامہ سیوطیؒ نے حسن المحاضرۃ میں بیان فرمائی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلاطینِ اسلام اور علماء و فضلاء کو اس مسجد کے ساتھ کتنا شغف رہا ہے۔

یہ مسجد پچھلے دنوں بہت بوسیدہ ہوگئی تھی، اب اسکی از سرِ نو تعمیر کی گئی ہے، اور اس میں بہت توسیع ہوئی ہے۔ آج بھی یہ قاہرہ کی ممتاز ترین مسجد ہے، احقر نے نمازِ عصر اسی مبارک مسجد میں ادا کی۔ نمازِ عصر کے بعد صفِ اوّل میں کافی لوگ تلاوت کرتے ہوئے نظر آئے، کہیں اکا دکا طالب علم بھی دکھائی دیئے لیکن محسوس یہ ہوا کہ

میں تب پہنچا کہ جب اس بزم سے رخصت کا ساماں تھا

جامع عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے باہر نکلے تو واپس ہوٹل تک پہنچتے پہنچتے مغرب ہوگئی۔ کئی راتوں سے نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔ اس روز عشاء اور رات کے کھانے کے بعد جلد ہی نیند آگئی۔

اگلے دن چار بجے شام تک قاہرہ میں مزید رکنا تھا، میں نے اس وقت کو کار آمد کرنے کے لئے قاہرہ کے مختلف کتب خانوں کی سیر کا ارادہ کیا تھا، چنانچہ صبح نو بجے سے دن کے دو بجے تک مختلف کتب خانوں میں پھر کر دستیاب کتب کا جائزہ لیتا رہا۔

سفرِ الجزائر:

شام کو پانچ بجے الجزائر جانے کے لئے ہوائی اڈے پہنچ گیا۔ یہاں پہنچکر معلوم ہوا کہ جہاز چار گھنٹے لیٹ ہے، یہ وقت ائیرپورٹ پر ہی گذارا اور رات کو ساڑھے گیارہ بجے الجزائر ایرلائنز کے طیارے پر سوار ہوئے، چار گھنٹے کا راستہ تھا، لیکن وقت کے ایک گھنٹے کے فرق کی وجہ سے الجزائر کے وقت کے

مطابق رات کو ڈیڑھ بجے جہاز الجزائر کے ہواری بومدین ائیر پورٹ پر اُترا۔ یہاں وزارۃ الشئون الدینیہ کے افسران استقبال کیلئے موجود تھے، رات کو ڈھائی بجے فندق السفیر پہنچکر سو گئے۔

الجزائر کے دارالحکومت کا نام بھی الجزائر ہی ہے، لیکن کانفرنس دارالحکومت سے تقریباً ۲۶۰ کیلومیٹر دُور یہاں کے مشہور تاریخی شہر بجایہ میں منعقد ہو رہی تھی، اس لئے صبح ۸ بجے ہوٹل سے کار کے ذریعے بجایہ روانہ ہوئے۔ تیونس کے مشہور عالم شیخ محمد الشاذلی النیفر اور سعودی عرب کے ڈاکٹر محمد بھی اسی کار میں رفیق سفر بنے۔ الجزائر شہر سے نکلتے ہی دائیں طرف متوسط بلندی کے سرسبز و شاداب پہاڑ اور بائیں طرف بحر متوسط کے خوبصورت مناظر شروع ہو گئے۔ یہ سارا سفر افریقہ کے شمال مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شمالی افریقہ کا سب سے خوبصورت علاقہ ہے، تصور کی نگاہیں ان حسین پہاڑوں اور سرسبز وادیوں میں اُن خدامست مجاہدوں کے مقدس قافلے دیکھ رہی تھیں جنہوں نے عقبہ بن نافع کی سرکردگی میں ہزارہا میل کا پُرخطر سفر طے کر کے یہاں اللہ کا کلمہ بلند کیا، اور اس بربری علاقے کو نہ صرف اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کلام سے معمور کر دیا، بلکہ اسکی زبان تک بدل ڈالی۔

بجایہ میں :

شہر بجایہ الجزائر کے دارالحکومت (الجزائر العاصمۃ) سے مغرب میں ۲۸۵ کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، یہ مغرب اوسط کا ایک قدیم تاریخی شہر ہے، جو بحر متوسط کے کنارے اور جبل قواریہ کے دامن میں واقع ہے۔ جبلِ قواریہ سطح سمندر سے ۶۰۰ میٹر کی بلندی پر واقع ہے، اور اس کے ڈھلان ساحلِ سمندر تک چلے گئے ہیں، قدیم شہر بجایہ انہی ڈھلانوں پر آباد ہے، اور ساحلِ سمندر سے جبلِ قواریہ کو دیکھیں تو درمیان میں شہر کی عمارتیں ایک زینے کی طرح پہاڑ پر چڑھتی نظر آتی ہیں۔

ابن خلدونؒ نے (جو ایک عرصے تک اس شہر میں وزیر اور قاضی رہے ہیں) لکھا ہے کہ بجایہ ایک بربری قبیلے کا نام تھا جو زمانۂ قدیم سے یہاں رہتا تھا، اسی کے نام پر بستی کا نام بجایہ مشہور ہو گیا۔

پانچویں صدی ہجری کے وسط تک یہ ایک چھوٹی سی بندرگاہ تھی جس کے آس پاس اس بربری قبیلے کے کچھ مکانات تھے، کوئی قابلِ ذکر شہر نہ تھا۔ تقریباً ۴۵۵ھ میں حمادی خاندان کے ناصر بن علناس نے مرکز سے بغاوت کر کے اسے ایک شہر کی حیثیت دی، اور اسے اپنا پایۂ تخت بنایا۔

(معجم البلدان للحمویؒ، ص ۳۳۹، ج ۱)

منصور حمادی کے عہد حکومت (۴۸۱ھ تا ۴۹۸ھ) میں بجایہ ایک ترقی یافتہ شہر بن چکا تھا، منصور نے یہاں ایک شاندار محل تعمیر کیا، ایک عظیم الشان جامع مسجد بنوائی جس کا مینار ۶۰ فٹ بلند تھا، اور اس میں ۱۷ برآمدے تھے۔ اسی کے دور میں پانی کی سپلائی کیلئے جبلِ قواریہ سے شہر تک معلق پُل تعمیر کئے گئے جن کے ذریعے پہاڑی چشموں کا پانی شہر تک پہنچایا جاتا تھا۔ یہ شہر مغرب اوسط کا ایک عظیم تجارتی مرکز بن گیا، یہاں کے

پہاڑوں میں لوہے کی کانیں موجود تھیں، اس لئے یہاں سے لوہا دور دور تک برآمد ہوتا تھا، سمندر کے قُرب اور پہاڑیوں اور سبزہ زاروں کی وجہ سے یہ شہر بہت خوبصورت سمجھا جاتا تھا، موسم معتدل اور آب و ہو صحت بخش تھی، اس لئے لوگ دُور دُور سے یہاں آکر آباد ہونے لگے۔ یہاں اسلامی علوم کی بڑی درسگاہیں بھی قائم ہوئیں، اور بڑے بڑے علماء یہاں سے پیدا ہوئے۔

بجایہ بحرِ متوسط کے جس کنارے پر واقع ہے، اس کے بالمقابل دوسرے کنارے پر اندلس پھیلا ہوا ہے، چنانچہ اندلس کے لوگ جب مشرقی ممالک کا سفر کرتے تو بجایہ ان کی اہم منزل ہوتی۔ پھر جب اندلس میں طوائف الملوکی کا دور آیا، تو سیاسی اکھاڑ پچھاڑ اور اس کے اثراتِ بد سے عاجز آکر بہت سے اہلِ علم نے اندلس سے ہجرت کی تو بجایہ کو اپنا مستقر بنایا۔ بعد میں جب مراکش کے یوسف بن تاشفین نے اندلس پر موحدین کی حکومت قائم کی تو اندلس کے بہت سے علماء و فضلاء کا رابطہ شمالی افریقہ کے ممالک سے بڑھ گیا، اس دور میں بھی بہت سے علماء اندلس سے آکر بجایہ میں مقیم ہوئے۔

اور آخر میں جب اندلس میں مسلمانوں کے پرچم بالکل ہی سرنگوں ہوگئے، تو غرناطہ کے سقوط کے بعد مراکش اور الجزائر ہی مسلمانوں کی پناہ گاہ بنے، اس دور میں بھی بجایہ مہاجرینِ اندلس کا ایک اہم مرکز ثابت ہوا۔

بجایہ میں ساتویں صدی ہجری میں جو مشہور علماء گذرے ہیں، ان کے تذکرے پر علامہ ابوالعباس غُبرینیؒ (متوفی سنہ ۷۰۴ھ) نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے، جس کا نام ہے "عنوان الدرایۃ فیمن عرف من العلماء فی المائۃ السابعۃ ببجایہ" یہ کتاب استاذ رابح بونار کی تحقیق کے ساتھ ہی الجزائر سے شائع ہوگئی ہے۔

(جاری ہے)

ترجمہ: مولانا عبداللہ میمن صاحب

جنوبی افریقہ میں مرزائی مقدمے کا انجام

قارئینِ البلاغ اس امر سے واقف ہیں کہ جنوبی افریقہ کے شہر کیپ ٹاؤن میں دو سال پہلے مرزائیوں نے مقامی مُسلمانوں کے خلاف مقدمہ دائر کرکے غیر مُسلم عدالت سے اپنے مُسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ پچھلے سال کیپ ٹاؤن میں یہ مقدمہ ایک یہودی جج کی عدالت میں پیش ہوا، اُس مقدمے میں مُسلمانوں نے یہ موقف اختیار کیا تھا کہ کسی شخص کے مُسلمان ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ خالصۃً ایک دینی اور اعتقادی مسئلہ ہے، جس کو مسلمان ہی قرآن و سنّت اور اسلامی اصولوں کی روشنی میں طے کرسکتے ہیں، اور انہوں نے سالہا سال پہلے یہ مسئلہ طے کربھی دیا ہے، چنانچہ دُنیا بھر کے مُسلمان، خواہ کسی مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے ہوں، مرزائیوں کو غیر مُسلم قرار دے چکے ہیں، لہٰذا ایک غیر مُسلم عدالت کو اس خالص مذہبی مسئلے میں مداخلت نہیں کرنی چاہیئے۔ اُس وقت عدالت کے یہودی جج نے اس مسئلے پر غور کرنے کیلئے عدالت کا اجلاس ملتوی کردیا تھا کہ عدالت کیلئے یہ مقدمہ قابلِ سماعت ہے یا نہیں؟ تقریباً ایک سال کے بعد اس نے یہ فیصلہ صادر کیا کہ غیر مُسلم عدالت کو یہ فیصلہ کرنے کا نہ صرف پورا حق ہے، بلکہ ایک سیکولر عدالت ہی اس مسئلے کا زیادہ بہتر فیصلہ کرسکتی ہے، لہٰذا عدالت یہ مقدمہ سُنے گی، اس فیصلے کے بعد

عدالت نے ۵ نومبر کی تاریخ مقدمے کیلئے مقرر کی۔ جنوبی افریقہ کے مسلمانوں نے اس کارروائی میں حصّہ لینے سے انکار کردیا، اس وقت مسلمانوں نے اپنا موقف ایک ھینڈ بل کے ذریعہ عوام پر واضح کیا۔ یہ ھینڈ بل جو انگریزی زبان میں ہے، وہاں کے مسلمانوں نے ہمیں اشاعت کیلئے بھیجا ہے۔ ذیل میں اس کا ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔ ترجمہ کیلئے ادارہ مولانا عبد اللہ میمن صاحب کا ممنون ہے۔ ——— فاروق القاسمی

یہ بات دُنیا بھر میں مشہور و معروف ہے کہ قادیان کے کذّاب مرزا غلام احمد نے نبی، پیغمبر اور مسیح موعود (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ لہٰذا وہ کافر تھا، اور جو شخص اس کو رسول، پیغمبر، مسیح موعود، مجدد اور ولی مانے یا اس کے مسلمان ہونے کا اعتقاد رکھے، وہ بھی یقیناً کافر ہے، اور جو شخص اس کے کافر ہونے کا اعتقاد نہ رکھے، اور مذہبی رہنما کی حیثیت سے اس کی عزت کرے، اسے بھی مسلمان نہیں کہا جائیگا۔

جنوبی افریقہ میں مرزائی:

جنوبی افریقہ کے مسلمان اور مرزائی احمدیوں کے درمیان سپریم کورٹ آف کیپ ٹاؤن میں عدالتی جنگ بروز منگل ۵ نومبر ۱۹۸۵ء کو یکایک ختم ہوگئی۔

جب منگل کے روز سوا دس بجے عدالت کا اجلاس شروع ہوا تو مسلمانوں کے وکیل جناب سراج ڈیسائی نے عدالت کو بتایا کہ:

۱:- یہ فیصلہ کرنا کہ کون مسلمان ہے؟ اور کون مسلمان نہیں؟ خالصۃً ایک اسلامی عقیدے کا معاملہ ہے۔

۲:- ایک غیر مُسلم عدالت یا جج اس کا فیصلہ نہیں کرسکتا کہ کون شخص مسلمان ہے؟ اور اگر کسی غیر مسلم عدالت نے کسی شخص کو مسلمان قرار دیدیا، تو ایسا فیصلہ مسلمانوں کیلئے قابلِ پابندی نہیں ہوگا۔

۳:- صرف ایسا مسلمان قاضی یا عالم ہی اسلامی قانون کو بیان کرسکتا ہے جو اسلامی قانون کا ماھر ہو۔

۴:- ہم نے اپنے قومی موقف کی تائید کیلئے پہلے ہی پوری دُنیا کے ۴۳ مختلف ملکوں اور تنظیموں سے فتوے، ٹیلکس اور ٹیلیگرام حاصل کرچکے ہیں، جنہوں نے متفقہ طور پر فتویٰ دیا ہے کہ ایک غیر مسلم عدالت یہ فیصلہ نہیں کرسکتی کہ کون شخص مسلمان ہے؟ اور کون شخص مسلمان نہیں؟

۵:- تمام مسلمانوں کیلئے اپنی مذہبی اعتقاد کی روشنی میں اس بات کی گنجائش نہیں کہ وہ کسی شخص کے مسلمان ہونیکے بارے میں غیر مسلم عدالت کے فیصلے کو اپنے لئے قابلِ قبول سمجھیں۔

اس کے بعد عدالت میں موجود تمام مسلمان عدالت سے باہر آگئے، صرف پانچ یا چھ مرزائی احمدی قادیانی اور ان کے عدالتی مشیر کورٹ کی کارروائی کو آخر تک پہنچانے کے لئے عدالت میں رہ گئے، ظاہر ہے کہ عدالت میں اپنے کسی مخالف کی غیر موجودگی میں وہ جھوٹ کا ایک پلندا بیان کریں گے ــ جیسا کہ ان کی عادت ہے ــ اور شاید اپنی حمایت میں فیصلہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔

جہاں تک پوری اُمت مسلمہ کا تعلق ہے، مسلمانوں کی بین الاقوامی کمیونٹی نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا ہے کہ مرزائی کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔

اس واقعے نے مرزائیوں کے لئے جنوبی افریقہ میں اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے کا باب بند کردیا ہے۔

ہم جنوبی افریقہ کے مسلمان عقیدۂ ختم نبوت اور اپنے محبوب نبی جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی عالمگیری کے عقیدے کے تحفظ کیلئے ناقابلِ شکست کوشش جاری رکھیں گے، خواہ اس راہ میں ہمیں سخت محنت اور تکلیف برداشت کیوں نہ کرنی پڑے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عالمگیر مذہب اسلام کی تعمیر مجھ پر مکمل ہوچکی، اور میری بعثت پر رسالت ختم ہوگئی، اور میں خاتم النبیین ہوں۔"

"اور میں پوری دُنیا کے تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں، اور میری بعثت سے اللہ کی طرف سے رسالت پوری ہوگئی، اور ختم ہوگئی۔"

(بخاری و مسلم)

تمام تعریفیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات کے لئے ہیں، جس نے امت مسلمہ کی غیر مسلم قادیانی احمدی کے خلاف لڑائی میں بے انتہا رحم وکرم اور مدد فرمائی۔

جمعیت العلماء ٹرانسوال، جمعیت العلماء نٹال اور مسلم عدالتی کونسل کیپ ٹاؤن تمام مسلمانوں کا دِل سے شکریہ ادا کرتے ہیں، جنہوں نے قادیانی احمدی کے خلاف لڑائی میں ہماری پوری مدد کی۔

تمام دُنیا کے مُسلمانوں نے اسلامی عقیدے میں سپریم کورٹ کی مداخلت کو مُسترد کردیا۔

ان مسلم اداروں اور شخصیات کی فہرست جنہوں نے غیر مُسلم عدالت کے فیصلے کے بارے میں فتویٰ دیا۔

۱ :۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہم ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ، انڈیا

۲ :۔ افریقن اسلامک کوآپریشن کونسل سینیگال

۳ :۔ الازھر اسلامک یونیورسٹی، قاہرہ، مصر

۴ :۔ الفلاح سلفیہ موومینٹ، سینیگال

۵ :- آل انڈیا مساجد کونسل ،
دھلی ، انڈیا

۶ :- سینٹرل بورڈ آف ندوہ العلماء ،
انڈونیشیا

۷ :- کونٹی نینٹل کونسل آف مساجد ،
نارتھ امریکہ

۸ :- کونسل آف اسلامک آرگنائیزیشن
اینڈ سوسائٹیز ، اُردن

۹ :- کونسل آف اسلامک آرگنائیزیشن ،
جاپان

۱۰ :- کونسل آف مساجد ،
امریکہ

۱۱ :- سیپرس اسلامک کونسل ،
قبرص

۱۲ :- دارالعلوم دیوبند ،
انڈیا

۱۳ :- دارالعلوم فرقانیہ

۱۴ :- دارالعلوم کراچی ،
پاکستان

۱۵ :- دارالافتاء ، جامعہ اشرفیہ ،
لاہور ، پاکستان

۱۶ :- ڈائیرکٹر آف حرمین شریفین ،
مکہ اینڈ مدینہ - سعودی عرب

۱۷ :- ایز لوینی اسلامک انسٹیٹیوٹ ،
سوئیزرلینڈ

۱۸ :- فیڈرل آف اسلامک ایسوسی ایشن ،
سینیگال

۱۹ :- ھدنی مسلم ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ انڈیا

۲۰ :- اسلامک سینٹر ، کوپن ہیگن ،
ڈنمارک

۲۱ :- اسلامک سینٹر آف ٹکوما ،
واشنگٹن ، امریکہ

۲۲ :- اسلامک سینٹر آف نیو انگلینڈ ،
ماس ، امریکہ

۲۳ :- اسلامک کونسل آف موزنبیق

۲۴ :- اسلامک کلچر ایسوسی ایشن ،
موریطانیہ

۲۵ :- اسلامک ہیریٹیج ریویول ڈپارٹمنٹ ،
دولت قطر

۲۶ :- اسلامک اسکالر آف کارڈف ،
برطانیہ

۲۷ :- اسلامک سوسائٹی آف کیلیفورنیا ،
امریکہ

۲۸ :- جامعۃ العلوم الاسلامیہ ، بنوری ٹاؤن ،
کراچی ، پاکستان

۲۹ :- جماعت اسلامی ، پاکستان

۳۰ :- مدرسہ مظاہر العلوم ،
سہارنپور ، انڈیا

۳۱ :- مجلس العلماء ، زمبابوے

۳۲ :- مجلس العلماء ،
لاہور ، پاکستان

۳۳ :- منسٹری آف اوقاف اینڈ اسلامک افیئر ،
(افتاء آفس) ، کویت

۳۴ :- محمد ھارون ، صدر جمعیت اہل سنت
والجماعت ، متحدہ عرب امارات

۳۵ :- مفتی محمد صدیق ، شریعت کورٹ ، ابوظہبی

۳۶ :۔ مفتی محمد بن عبدالرحمٰن ، مفتی اعظم
اسلامک پبلک آف کومورو

۳۷ :۔ مسلم مشنری سوسائٹی ،
سنگاپور

۳۸ :۔ نیشنل ایسوسی ایشن آف امامس ،
سینیگال

۳۹ :۔ رابطہ عالم اسلامی ، مکہ

۴۰ :۔ شیخ عبداللہ عبدالعزیز بن باز ،
مفتی اعظم ، سعودی عرب

۴۱ :۔ سردار عبدالقیوم خان ،
صدر آزاد جموں وکشمیر

۴۲ :۔ اسلامک فاؤنڈیشن ،
کینیا

۴۳ :۔ ترکش ، سعودی عربین فرینڈشپ اینڈ کلچر
ایسوسی ایشن ،

۴۴ :۔ یونین آف پروگریس آف اسلام ،
سینیگال

۴۵ :۔ زمبابوے اسلامک مشن

۴۶ :۔ دفاتر رابطہ عالم اسلامی

۱ :۔ کومورو آئیلینڈس
۲ :۔ فرانس
۳ :۔ انڈونیشیا
۴ :۔ سری لنکا
۵ :۔ ترینیڈاڈ ، ویسٹ انڈیز ۔
۶ :۔ رابطہ عالم اسلامی آف یونائیٹڈ کنگڈم
اینڈ نارتھ امریکہ

تحریر: عمران اشرف عثمانی
متعلم عالیہ سال اول
دار العلوم کراچی

دار العلوم میں افتتاحِ کتب خانہ کی تقریب
اور
محترم صدرِ مملکت کی تشریف آوری

الحمد للہ، دار العلوم کے کتب خانے کی نئی عمارت ۔ جس کا سنگِ بنیاد بانیٔ دار العلوم مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ نے اپنے دستِ مبارک سے رکھا تھا۔ اب مکمل ہو چکی ہے، اور دار العلوم کا کتب خانہ جو ابتک ایک نہایت تنگ عمارت میں تھا، نئی عمارت میں منتقل ہو چکا ہے، اور چالیس ہزار سے زائد کتابوں پر مشتمل اس کتب خانے کی ترتیب نو کا کام جاری ہے۔ کتب خانے کو اس عمارت میں منتقل کرنے سے قبل دار العلوم کے اساتذہ و طلبہ نے اس عمارت میں متعدد مرتبہ قرآن ختم کئے، اور صدرِ دار العلوم کراچی عارف باللہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الحی صاحب مدظلہم العالی نے دعا کرائی۔

لیکن دار العلوم کے متعدد خیر خواہوں کا خیال تھا کہ کتب خانے کی اس نئی عمارت کی تکمیل اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہے، اس لئے اس کی خوشی میں باقاعدہ افتتاحی تقریب منعقد کی جائے۔ بفضلہ تعالیٰ صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے اس تقریب کا مہمان خصوصی بننا منظور فرمالیا اور یہ تقریب جناب صدر کی صدارت میں بڑے پُر وقار اور دلکش انداز میں منعقد ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے دار العلوم کو باطنی حسن کے علاوہ عمارتی حسن اور سرسبز و شاداب ماحول کے اعتبار سے

بھی بڑی دلکشی سے نوازا ہے، چنانچہ اس تقریب کے موقع پر دارالعلوم کا منظر قابلِ دید تھا، صحنِ دارالعلوم کے جنوب مشرقی سبزہ زار پر خوبصورت شامیانوں کے نیچے جلسے کا اہتمام تھا، اور پروگرام یہ تھا کہ جلسے کے دو حصے ہوں گے۔ پہلا جلسہ ڈھائی بجے سہ پہر شروع ہو جائیگا۔ جس میں تمام مہمانانِ گرامی موجود ہوں گے، البتہ جناب صدر مملکت اور ان کے رفقاء اس دوران دارالعلوم کے مختلف شعبوں کا معائنہ اور کتب خانے کی نئی عمارت کا افتتاح فرمائیں گے۔ معائنے سے فارغ ہونے کے بعد جب جنابِ صدر جلسہ گاہ میں تشریف لائیں گے، اُس وقت دوسرے جلسے کا آغاز ہوگا۔

چنانچہ پروگرام کے مطابق پہلا جلسہ ڈھائی بجے شروع ہوگیا، اس جلسے کا انتظام مولانا رشید اشرف اور قاری عبدالرشید صاحب کے سپرد تھا، قاری عبدالرشید صاحب اسٹیج سیکریٹری کے فرائض انجام دے رہے تھے، اس جلسے کا آغاز مولوی عبدالرؤف صاحب طالب علم درجۂ رابعہ دارالعلوم کراچی کی تلاوتِ کلام پاک سے ہوا، اس کے بعد درجۂ حفظ کے عبدالحمید نے حمد، اور محمد عثمان، اور عالمیہ سال اول کے نبی حسین نے نعتیں سُنائیں۔ مولوی جمیل احمد متعلم عالیہ سال دوم نے "دینی مدارس" کے موضوع پر اُردو میں تقریر کی، مولوی نور البشر صاحب متعلم دورۂ حدیث نے عربی میں تقریر کی، اور جناب مولانا زکی کیفی صاحب کی نظم "دارالعلوم" سُنائی، اس کے علاوہ درجۂ ثالثہ کے عبدالحلیم اور اولیٰ کے ازہر عالم نے نظمیں پیش کیں۔

تقریباً ساڑھے تین بجے جنابِ صدر مملکت اور ان کے صدارتی کارواں کی گاڑیاں دارالعلوم کے جنوبی صدر دروازے سے داخل ہوئیں۔ یہاں سے مسجد تک طلبہ کی دو رویہ قطاروں نے "اَہلاً وسَہلاً و مرحباً" کہکر مہمانِ معظم کا استقبال کیا، جنابِ صدر نے طلبہ کو — دیکھکر گاڑی رُکوائی، اور ان کے خیر مقدم کا گرمجوشی سے جواب دیا، اس کے بعد گاڑی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی مسجد کے جنوب میں جاکر رُکی، یہاں حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب اور مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے گاڑی کے پاس جاکر صدرِ محترم کا استقبال کیا۔ ان کے علاوہ حضرت مولانا سُبحان محمود صاحب مدظلہم، حضرت مولانا قاری رعایت اللہ صاحب مدظلہم، حضرت مولانا شمس الحق صاحب مدظلہم، ارکانِ مجلس منتظمہ، درجۂ علیا اور درجۂ وسطیٰ کے دیگر اساتذہ بھی یہاں استقبال کیلئے موجود تھے، جناب صدر نے فرداً فرداً سب سے مصافحہ کیا، اور ان سے تمام حضرات کا تعارف کرایا گیا۔

اس کے بعد جنابِ صدر نے عربی درسگاہوں، بچوں کے دارالتربیت، مدرسۂ ابتدائیہ، مطبخ، دارالعلوم کے ڈاکخانے اور رفاہی شفاخانے کا گاڑی میں دورہ کیا۔ اور بالآخر دارالاقامہ ۴ پر گاڑی سے اُترے، اور طلباء کے کمروں میں تشریف لیگئے، طلبہ سے حالات معلوم کئے، اور دارالاقامہ کے نظم وضبط کی تعریف کی، یہاں سے درجۂ حفظ کی درسگاہوں میں پہنچے جہاں کمسن بچے حفظِ قرآن میں مشغول تھے، جنابِ صدر درسگاہوں کے اندر پہنچے، اور بچوں کو پڑھائی میں مصروف دیکھ کر اس بات پر مسرت کا اظہار کیا کہ صرف ایک مدرسے میں حفاظ کی اتنی بڑی تعداد تیار ہو رہی ہے۔

یہاں سے کتب خانہ کی نئی عمارت کے صدر دروازے پر پہنچے، کتب خانے کے ناظم مولانا ابو طاہر صاحب نے جنابِ صدر کو کتب خانے کی چابیاں پیش کیں، جنابِ صدر نے عمارت کا قفل کھولا، درجۂ خاصہ کے طالب علم حافظ بدرِ عالم صاحب نے سورۂ نٓ کی ابتدائی آیات تلاوت کیں، اس کے بعد دعا ہوئی، اور جنابِ صدر کتب خانے میں داخل ہوئے، ناظمِ کتب خانہ نے کتابوں کی نئی ترتیب، انکی درجہ بندی، اور کیٹلاگ کے اسلوب کے بارے میں تفصیلات بتائیں۔ اور کچھ نادر مخطوطات دکھلائے جن میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کے اپنے قلم سے لکھے ہوئے رسالے "القول الجمیل" کا عکس، حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے اپنے قلم سے لکھا ہوا "بیان القرآن" کا مسودہ شامل تھا، نیز بعض نادر کتابیں بھی دکھائیں جن میں "عنوان الشرف الوافی" بطورِ خاص قابلِ ذکر ہے، جو بیک وقت متعدد علوم و فنون پر مشتمل ہے، جس کو سیدھا پڑھا جائے تو وہ ایک فن کی کتاب ہے، اور ایک کالم کو اوپر سے نیچے پڑھا جائے تو دوسرے فن کی کتاب ہے، اور دوسرے کالم کو اوپر سے نیچے پڑھیں تو تیسرے فن کی کتاب ہے، وقس علی ھذا۔

کتب خانے ہی میں دارالعلوم کے شعبۂ نشر و اشاعت کے ناظم مولانا فاروق القاسمی نے مکتبۂ دارالعلوم سے شائع ہونے والی کتابوں کا ایک سیٹ جنابِ صدر کو تحفۃً پیش کیا۔

یہاں سے درجۂ تخصص کی درسگاہ، دفتر ماہنامہ البلاغ، اور مکتبۂ دارالعلوم تشریف لیگئے، جہاں دارالعلوم کی اشاعتی خدمات جنابِ صدر کو دکھائی گئیں، اور سب سے آخر میں دارالافتاء، جہاں مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب، مولانا مفتی اصغر علی صاحب، مولانا مفتی عبداللہ صاحب اور مولانا مفتی محمد خالد صاحب نے استقبال کیا۔ جنابِ صدر نے ان تمام شعبوں کو دیکھ کر غیر معمولی مسرت اور پسندیدگی کا اظہار کیا۔

جلسہ:

معائنہ سے فراغت کے بعد جنابِ صدر جلسہ گاہ میں داخل ہوئے، خوبصورت شامیانوں کے نیچے تقریباً ڈیڑھ ہزار کرسیوں کا انتظام تھا، ڈائس پر صدرِ محترم کے علاوہ گورنر سندھ لیفٹیننٹ جنرل جہانداد خان صاحب، وزیرِ اعلیٰ سندھ جناب جسٹس غوث علی شاہ صاحب، مہتمم دارالعلوم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، نائب مہتمم جناب مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، جناب مولانا قاری رعایت اللہ صاحب، مولانا ظفر احمد انصاری صاحب اور الحاج حافظ فرید الدین صاحب بھی موجود تھے، ڈائس اور حاضرین کا منظر جن میں علماء کرام، ارکانِ مجلس منتظمہ، وزراء کرام، عدالتِ عالیہ اور عدالتِ عظمیٰ کے جج صاحبان، اعلیٰ افسران، سفارتی نمائندوں، پریس، معززینِ شہر اور طلبہ کیلئے الگ الگ نشستوں کا انتظام تھا، انتہائی پُر شکوہ اور دلآویز معلوم ہو رہا تھا،

جنابِ صدر کی تشریف آوری کے بعد جلسے کا دوسرا دور شروع ہوا، اس دور میں اسٹیج سیکریٹری کے فرائض مولانا خالد حسین صاحب استاذ دارالعلوم نے بڑی متانت اور دلکشی کے ساتھ انجام دیئے۔

جلسے کا آغاز، تلاوتِ قرآن مجید سے ہوا، جب دارالعلوم کے شعبۂ تجوید کے استاذ مولانا قاری

عبد الملک صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں تلاوت شروع کی تو اس باوقار مجلس پر وجد کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ قاری صاحب نے مندرجہ ذیل آیات تلاوت فرمائیں :-

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ۔
ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۔ إِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوا عَنْكَ مِنَ اللهِ شَيْئًا ۚ وَإِنَّ الظّٰلِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَاللهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ ۔ هٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوقِنُونَ ۔

(پارہ ۲۵، سورۃ الجاثیہ آیت : ۱۸، ۱۹، ۲۰)

ترجمہ :- "پھر اے پیغمبر! ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص راستے پر قائم کردیا، سو آپ اسی راستے پر چلے جائیے، اور ان لوگوں کی خواہشات پر نہ چلئے جو صحیح علم سے بے بہرہ ہیں، کیونکہ یہ جہلا خدا کے مقابلہ میں آپ کے کچھ کام نہ آسکیں گے، اور جو ظالم ہیں، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہوا کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اہلِ تقویٰ کا رفیق و مددگار ہے، یہ قرآن عام لوگوں کیلئے بصیرت افروز دلائل کا مجموعہ اور ہدایت کا ذریعہ ہے، اور ان لوگوں کے لئے جو اہلِ یقین ہیں، یہ قرآن بہت بڑی رحمت ہے۔"

آیات کا ترجمہ دورۂ حدیث کے طالب علم مولوی محمد زبیر اشرف عثمانی نے پیش کیا۔

ان آیاتِ مقدسہ کی تلاوت اور ترجمہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ نعت پیش کیا گیا۔ نعت بانیٔ دارالعلوم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ کی تھی، اور اسے پڑھنے والے تھے مولانا تنویر الحق تھانوی جو حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانویؒ کے صاحبزادے اور دارالعلوم کراچی سے فارغ التحصیل ہیں۔ ان کے دلآویز ترنم نے ایک سماں پیدا کردیا۔ یہ نعت اسی شمارے میں الگ شائع ہورہی ہے۔

اس نعت کے بعد درجۂ خامسہ کے طالب علم محمد سلیم نے "اسلامی دستور" کے نام سے نظم پیش کی۔ یہ نظم بانیٔ دارالعلوم کے بڑے مرحوم صاحبزادے مولانا زکی کیفیؔ نے کہی تھی، اور وہ ایک اسلامی حکومت کا منشور ہے۔ جسے محمد سلیم صاحب نے اپنے پُرجوش اور والہانہ ترنم سے چار چاند لگادیئے۔ یہ نظم بھی اسی شمارے میں علیحدہ شائع ہورہی ہے۔

اس جوشیلی نظم کے بعد دارالعلوم کراچی کے صدر محترم جناب قبلہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب مدظلہم کی علالت کے باعث ان کی طرف سے مہتمم دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم نے سپاسنامہ پیش کیا۔

یہ سپاسنامہ بھی آئندہ صفحات میں الگ شائع ہورہا ہے۔

اس کے بعد جناب صدر نے خطاب فرمایا جو تقریباً چالیس منٹ جاری رہا، اور وہ بھی آئندہ صفحات میں بلفظہٖ ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے پیش کیا جارہا ہے۔

صدارتی خطاب کے بعد جناب مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے جناب صدر اور تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا، اور دُعا پر اس اجتماع کا اختتام ہوا۔

جناب صدر کو اپنے پروگرام سے تقریباً چالیس منٹ زیادہ ہو چکے تھے، مگر اذانِ عصر ہو رہی تھی، جناب صدر سب کے ساتھ مسجد میں تشریف لے گئے، نمازِ عصر ہوئی، نماز کے بعد ان کے گرد لوگوں کا ہجوم ہو گیا، جناب صدر سب سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے ہوئے مسجد کے دروازے پر آئے۔

نماز کے بعد عصرانہ کا انتظام تھا، لیکن جناب صدر نے مہتمم صاحب اور نائب مہتمم صاحب سے فرمایا کہ انہیں ایک ضروری میٹنگ میں شرکت کیلئے فوراً راولپنڈی جانا ہے، اور یہاں سے سیدھے ائیر پورٹ ہی جانا ہوگا، اس لئے وہ نماز کے بعد ائیر پورٹ کیلئے روانہ ہو گئے۔

بعد میں معزز مہمانوں کے اعزاز میں نو تعمیر شدہ کتب خانے کے زیریں ہال میں عصرانہ ہوا جو مغرب تک جاری رہا۔

وضو جنّت کے سارے دروازوں کی کنجی ہے

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جو کوئی تم میں سے وضو کرے (اور پورے آداب کے ساتھ
خوب اچھی طرح) اور مکمل وضو کرے، پھر وضو کے بعد کہے
"اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا
عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"
تو یقیناً اُس کے لئے جنّت کے آٹھوں دروازے
کُھل جائیں گے، وہ جس دروازے سے چاہے گا
جنّت میں جاسکے گا۔
(رواہ مسلم)

وضو کرنے سے بظاہر صرف اعضاء وضو کی صفائی ہوتی ہے لیکن اصل گندگی تو ایمان کی کمزوری، اخلاص کی کمی اور اعمال کی خرابی کی ہے۔ اس احساس کے تحت وہ کلمہ شہادت پڑھ کے ایمان کی تجدید اور اللہ کی خالص بندگی کا گویا نئے سرے سے عہد کرتا ہے۔ اس کے نتیجے میں اللہ کی طرف سے اس کی کامل مغفرت کا فیصلہ ہو جاتا ہے، اور جنّت کے آٹھوں دروازے اس کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں۔

تحریر : محمد زبیر اشرف عثمانی
متعلم دورۂ حدیث
دارالعلوم کراچی

- صدرِ محترم کی گاڑی جب دارالعلوم کے شمالی گیٹ سے داخل ہوئی تو گیٹ سے مسجد تک طلباء دو رویہ قطاروں میں استقبال کیلئے کھڑے تھے۔ جنھوں نے یک زبان ہو کر دریائی آواز سے اھلاً وسہلاً و مرحبا کہا۔
- مسجد سے باہر کے چبوترہ پر صدرِ محترم کا استقبال دارالعلوم کی مجلسِ منتظمہ کے اراکین اور درجۂ علیا اور وسطٰی کے اساتذۂ کرام نے کیا۔ صدرِ محترم کا ان سب حضرات سے فرداً فرداً تعارف کرایا گیا۔
- جب صدرِ محترم دارالعلوم کے معائنہ کیلئے عربی درسگاہوں کی طرف چلے تو یہاں بھی دارالعلوم کے چند اساتذۂ کرام اور طلبہ کی بھاری تعداد استقبال کیلئے موجود تھی، صدر نے اساتذۂ کرام سے مصافحہ کیا اور طلبہ نے صدرِ محترم کا استقبال اہلاً وسہلاً ومرحبا کہکر کیا۔
- صدرِ محترم نے دارالعلوم کی بعض عمارات کا معائنہ کار میں گھوم کر کیا اور متعدد شعبوں کا معائنہ پیدل کیا۔
- گورنر سندھ جناب لیفٹیننٹ جنرل جہانداد خان صاحب اور وزیراعلیٰ سندھ جناب جسٹس سید غوث علی شاہ صاحب صدر کے ہمراہ تھے۔
- بچوں کے بورڈنگ "دارالتربیت" میں اترنا صدر کے پروگرام میں شامل نہ تھا مگر جب صدر کی گاڑی دارالتربیت کے سامنے سے گذرنے لگی تو دارالتربیت کے کچھ بچے اپنے اتالیق صاحبان کے ساتھ گیٹ کے باہر استقبال کیلئے کھڑے تھے دو بچوں کے ہاتھ میں گلدستے تھے، صدر نے یہ دیکھ کر سب کو سلام کیا اور دونوں بچوں سے گلدستے وصول کئے اور ان کو پیار سے تھپتھپایا اور ان سے گورنر صاحب کا تعارف کرایا۔

- جب صدر کی گاڑی دار العلوم کے قبرستان کے سامنے سے گذرنے لگی اور ان کو بتایا گیا کہ دار العلوم کے بانی مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بھی اسی قبرستان میں ہے تو صدر نے یہاں بھی گاڑی رکوائی اور قبرستان میں جا کر حضرت مفتی اعظم کے مزار پر حاضری دی اور فاتحہ پڑھی، یہ بھی پروگرام میں شامل نہ تھا۔
- تقریب کے باعث دار العلوم کے تمام تعلیمی شعبوں میں تعطیل تھی البتہ صرف شعبۂ حفظِ قرآن میں تعلیم اس وقت بھی جاری تھی، صدرِ محترم حفظِ قرآن کی سب درسگاہوں میں تشریف لیگئے اور بچوں کو قرآنِ کریم پڑھتے دیکھا، بچے بدستور تلاوتِ قرآن کریم میں مشغول رہے۔
- صدر طلباء کے نئے ہوسٹل (دار الطلبۃ) میں بھی تشریف لیگئے اور وہاں مختلف ممالک کے طلباء سے مل کر ان کا حال دریافت کیا۔
- دار العلوم کے صدر عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبد الحیٔ صاحب عارفی دامت برکاتہم اپنی اچانک علالت کے باعث اس تقریب میں شرکت سے معذور رہے، صدر پاکستان نے اپنی تقریر میں حضرت کی علالت پر اظہار افسوس کیا اور حاضرین سے اس دعا کی درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ دیر عافیت کے ساتھ قائم رکھیں۔ آمین۔
- صدرِ محترم کو ساڑھے چار بجے واپس جانا تھا مگر انھوں نے عین موقع پر اس وقت میں توسیع فرمادی اور نمازِ عصر دار العلوم کی مسجد میں سب کے ساتھ پڑھنے کے بعد ساڑھے پانچ بجے رخصت ہوئے۔
- اس تقریب کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ اس میں کسی بھی مرحلے پر نہ کوئی فوٹو اتارا گیا اور نہ ٹی وی نے اس کی فلم بنائی کیونکہ منتظمین دار العلوم نے تمام متعلقہ محکموں اور اداروں سے درخواست کی تھی کہ یہاں نہ کوئی فوٹو اتارا جائے اور نہ فلم بنائی جائے۔ روزنامہ "جنگ" نے اس لحاظ سے اس تقریب کو تاریخ کی ایک منفرد تقریب قرار دیا جس میں سربراہِ مملکت مہمانِ خصوصی تھے، لیکن پوری تقریب میں کوئی تصویر نہیں اتری۔
- عصرانے کا اہتمام نو تعمیر شدہ کتب خانے کے زیریں ہال میں کیا گیا تھا، اور سفید براق چاندنیوں پر فرشی نشست کا اہتمام و انتظام تھا، تمام مہمانوں نے نشست کے اس انتظام کو نہایت دل کش، خوبصورت اور آرام دہ قرار دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سپاس نامہ

بگرامی خدمت عالی جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب صدر مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان

بمناسبت افتتاح کتب خانہ دار العلوم کراچی، کراچی - ۱۴

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد خاتم النبیین وعلی آلہ و أصحابہ أجمعین، وعلی من تبعهم بإحسان إلی یوم الدین۔

مہمانِ گرامی قدر و معظم!

آج ہم خُدّامِ دار العلوم کے دل مسرّت و تشکّر کے جذبات سے لبریز ہیں کہ آپ نے دار العلوم کے کتب خانے کی نئی عمارت کے افتتاح کی اس مبارک تقریب کو اپنی تشریف آوری سے رونق بخشی۔

اللہ تعالیٰ نے مملکتِ خداداد پاکستان کے سربراہ کی حیثیت سے آپ کے کاندھوں پر جو عظیم ذمہ داریاں ڈالی ہیں، ان کے پیشِ نظر آپ کے اوقات کا ایک ایک لمحہ قوم کی امانت اور بڑا قیمتی ہے، آپ نے اپنے دینی جذبے اور اپنی علم دوستی کی بنا پر ان اوقات کا ایک حصّہ علم دین کے خادموں کے لئے نکال کر دینی درسگاہوں کے ساتھ جس طرح اپنے شغف اور دلچسپی کا مظاہرہ فرمایا ہے، وہ ہم سب کے لئے حوصلہ افزائی کا باعث ہے، جس پر ہم کارکنانِ دار العُلوم تہِ دل سے آپ کے شکر گزار ہیں۔

مہمانِ گرامی قدر!

دار العلوم کراچی تقریباً ۳۵ سال سے حکومت و سیاست سے الگ تھلگ خالصتاً علمی اور دینی خدمات اور ملّت کی فکری رہنمائی کا فریضہ انجام دیتا رہا ہے اور حکامِ وقت کے بارے میں اس کی روش یہ رہی ہے کہ ؎

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش
رموزِ مملکتِ خویش خسرواں دانند

لیکن ۳۵ سال کے اس طویل دَور میں آپ پہلے سربراہِ مملکت ہیں جن کو پورے انشراحِ قلب کے ساتھ دار العلوم تشریف لانے کی زحمت دی گئی، اور جنہوں نے ہم بوریہ نشینوں کی اس خواہش کو منظور فرما کر اس پُر مسرّت اجتماع کا موقع فراہم کیا ـــــ اس صورتِ حال کی وجہ دراصل یہ ہے کہ پاکستان کی تاریخ میں آپ ملک کے پہلے سربراہ ہیں جنہوں نے ملک کی تاریخ میں پہلی بار نفاذِ اسلام کو حکومتی سطح پر ملک کا سب سے اعلیٰ نصب العین قرار دیا۔ نفاذِ اسلام کے سلسلے میں آپ کی یہ پُکار ان عوام کے دھڑکتے ہوئے دلوں کی پکار تھی جو تیس سال سے اپنی عظیم قربانیوں کے مقصدِ اعظم کو اقتدار کی رسہ کشی کی بھینٹ چڑھتا دیکھ رہے تھے، یہ ان سسکتے ہوئے دلوں کی پکار تھی جو ایک اسلامی حکومت کا دلکش خواب دیکھ کر اپنا سب کچھ لٹانے کو تیار ہو گئے تھے، لیکن حصولِ آزادی کے بعد ان کے خوابوں کی تعبیر سیاسی شعبدوں کی بھول بھلیاں میں گم ہو کر رہ گئی تھی، آپ نے اللہ تعالیٰ کی توفیقِ خاص سے سیاسی ہاؤ ہُو کے اس شور میں نفاذِ اسلام کا باوقار نعرہ بلند کر کے ان سسکتے ہوئے دلوں کو سہارا دیا، جس سے ملک میں نفاذِ اسلام کی جدوجہد کو نئی زندگی

حاصل ہوئی، اور ملک میں وہ خوشگوار فضا پیدا ہوئی جس میں اسلام پر عمل کرنے والا جھینپ جھینپ کر شرما شرما کر نہیں، بلکہ پوری خود اعتمادی کے ساتھ اپنے دین پر کاربند ہو سکتا ہے۔

صدرِ عالی مقام!

آپ نے اپنے عہدِ حکومت میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسلام کے بارے میں جو فضا پیدا کی، اور نفاذِ اسلام کی سمت میں جو عملی اقدامات کئے، وہ بلاشبہ ہماری ملکی تاریخ کا سنہرا باب ہیں، آپ کے دور میں بفضلہ تعالیٰ سرکاری سطح پر اقامتِ صلاۃ کی ایک فضا قائم ہوئی، ملک میں نظامِ زکوٰۃ وعُشر کا آغاز ہوا، رمضان المبارک کے احترام کا اہتمام ہوا، ملک کو علانیہ شراب نوشی کی لعنت سے نجات ملی، حدود کے شرعی قوانین نافذ ہوئے، ہر سطح کے تعلیمی نصاب میں اسلامی تعلیمات کو لازمی قرار دیا گیا، متعدد مالی اداروں کو سود سے پاک کیا گیا، قادیانی تلبیسات کے انسداد کے لئے موثر اقدامات کئے گئے، اعلیٰ سطح پر شرعی عدالتوں کا قیام عمل میں آیا ـــــ یہ اور ان جیسے دوسرے اقدامات آپ کے تاریخی کارناموں میں شمار ہوں گے، اور انشاءاللہ آپ کے لئے ذخیرۂ آخرت ثابت ہوں گے۔

لیکن یہ حقیقت یقیناً آپ کے بھی پیش نظر ہوگی کہ ہم نے اس آٹھ سالہ دَور میں نفاذِ اسلام کی جانب جتنی مسافت قطع کی ہے، اس سے کہیں زیادہ مسافت ابھی باقی ہے۔ عدل وانصاف کے حصول کی مشکلات اور دفاتر میں رشوت اور بدعنوانی ابھی تک لوگوں کے لئے ایک سنگین مسئلہ بنی ہوئی ہیں، ابھی بہت سے غیر اسلامی قوانین کو بدلنا باقی ہے، عائلی قوانین کی جو دفعات صراحۃً قرآن وسُنت کے خلاف ہیں ابھی وہ بھی تبدیل نہیں ہوئیں، نظامِ معیشت میں سود کا وہ عفریت جس پر آپ نے محض اللہ کی توفیق سے دنیا میں پہلی بار اصولی ضرب لگائی ہے، ابھی تک مختلف حیلوں حوالوں کی پناہ میں ہے اور ابھی اس کے مکمل خاتمے کے لئے بھی ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ نظامِ تعلیم کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے کے لئے ابھی بہت سے کام باقی ہیں۔ مخلوط طریقۂ تعلیم ابھی برقرار ہے۔ بے پردگی کا سیلاب اب بھی کم نہیں ہوا ـــــ ان جیسے بہت سے مسائل ہیں جو ابھی آپ کی متواتر جدوجہد اور جرأت مندانہ اقدامات کے منتظر ہیں۔ اس مبارک موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم پاکستانی مسلمانوں کے یہ جذبات آپ تک پہنچانا چاہتے ہیں کہ جس مشن کا آغاز آپ نے آٹھ سال پہلے کیا تھا وہ جمہوری حکومت کے قیام پر ختم نہیں ہوا، بلکہ ابھی تشنۂ تکمیل ہے اور ابھی اسے آپ کی مزید توجہ، دلچسپی اور پیہم جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اس مشن کی تکمیل کے لئے ملک بھر کے مسلمان آپ کے ساتھ ہیں، بلکہ بیرونِ مسلمان بھی آپ کے لئے دُعاگو ہیں۔ ہماری دلی دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس عظیم مقصد میں مکمل کامیابی عطا فرمائے، آپ کے راستے کی رکاوٹوں کو دُور فرمائے اور اس راہ میں قدم قدم پر آپ کی حمایت اور دستگیری فرمائے۔ آمین

مہمانِ معظم!

یہ دارالعلوم جس میں آج آپ رونق افروز ہیں، دینی درسگاہوں کے اس مقدس سلسلے کی ایک کڑی ہے جو اللہ کے کچھ نیک بندوں نے انگریزی استعمار کی تاریک رات میں دین کی شمعیں روشن رکھنے کے لئے قائم کئے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء ۱۸۵۷ء کے جہادِ آزادی میں بہ نفس نفیس شریک تھے، لیکن انگریز کے سیاسی اقتدار کے مستحکم ہونے کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ اب محاذِ جنگ تبدیل ہو چکا ہے

اب انگریز کی خواہش اور کوشش یہ ہے کہ مسلمانوں کو سیاسی طور پر زیر کرنے کے بعد فکری طور پر بھی اپنا غلام بنایا جائے، چنانچہ وہ ایک ایسا نظام تعلیم رائج کر رہا ہے جو مسلمانوں کے دل پر مغربی افکار کا سکہ جمائے، اور ان کو اپنے دین اور اپنے شاندار ماضی سے بیگانہ کر دے۔ چنانچہ اس موقع پر ان حضرات نے تلوار پھینک کر مدرسے کا مورچہ سنبھالا، اور اسلامی علوم کو سینے سے لگانے والوں پر معاش کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے تھے اس لئے انہوں نے روکھی سوکھی کھا کر اور موٹا جھوٹا پہن کر دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی، اور ایسے سرفروش علماء کی ایک بڑی جماعت تیار کر دی جو دنیا کی چمک دمک سے منہ موڑ کر کچے مکانوں اور تنگ حجروں میں دینی علوم کے چراغ کو وقت کی آندھیوں سے بچاتے رہے تاکہ جب کبھی مسلمانوں کو سیاسی اقتدار واپس ملے تو انہیں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین اپنی صحیح شکل وصورت میں محفوظ مل جائے۔

اس دارالعلوم دیوبند سے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، امام العصر حضرت علامہ سید انور شاہ صاحب کشمیری، شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی، شیخ الحدیث حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی اور مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہم جیسے علم وفضل کے پہاڑ نمودار ہوئے جن کی تعلیم وتبلیغ کے فیض سے برصغیر کا ہر گوشہ سیراب ہوا۔ اور بالآخر انہی علماء کرام کی مخلصانہ جدوجہد نے ہندوستان کی آزادی اور پاکستان کے قیام میں ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔

پاکستان بننے کے بعد پورے ملک میں ایک یکساں نظام تعلیم کی ضرورت تھی، لیکن ہم اپنی شامت اعمال سے اس ملک کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے اور دوسری طرف علم دین کے بڑے مراکز زیادہ تر ہندوستان میں رہ گئے۔ اس موقع پر مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۱ء میں ایک تنگ عمارت میں اپنے دست مبارک سے جھاڑو دے کر دارالعلوم کراچی کی بنیاد رکھی، جو اپنے منہاج تعلیم اور مزاج ومذاق کے اعتبار سے دارالعلوم دیوبند کے قرن اول کی یادگار رہے۔

دارالعلوم کراچی اور دارالعلوم دیوبند کے طرز پر قائم ہونے والے دوسرے دینی مدارس کا بنیادی مقصد علوم نبوت کو صحیح شکل وصورت میں محفوظ رکھنا اور ان کی نشر واشاعت کرنا ہے، لیکن ان کی وہ بنیادی خصوصیت جو انہیں دوسری درسگاہوں سے ممتاز کرتی ہے، ان کا وہ خاص مزاج ومذاق ہے جو علم سے زیادہ عمل اور تربیت پر زور دیتا ہے، ان مدارس کی بنیاد اس مستحکم عقیدے پر ہے کہ علم اور بالخصوص علم دین کے ساتھ اگر اتباع سنت اور عظمت اسلاف کی روح نہ ہو، اور اس کے مطابق افراد کی تربیت کا اہتمام نہ ہو تو وہ علم خواہ تحقیق اور ریسرچ کے کتنے ہی اوج کمال کو چھولے، اسلام کی نظر میں اس کی کوئی وقعت نہیں۔ ہمارے نزدیک ان مدارس کا یہ مزاج ومذاق ان کے علمی معیار سے بھی زیادہ قیمتی ہے، اور ہم ہر وقت پر اس کا تحفظ چاہتے ہیں اور جب تک ملک بھر کے تمام تعلیمی ادارے مکمل طور پر اس مزاج ومذاق میں رنگ نہ جائیں، جس کے لئے ابھی بہت طویل اور منظم جدوجہد کی ضرورت ہے، اس وقت تک ان دینی درسگاہوں کا اس طرح خود مختار اور آزاد حیثیت میں باقی رہنا انتہائی ضروری ہے۔ اس لئے کہ عالم اسلام میں جہاں جہاں اس مزاج کی درسگاہیں ختم ہوئی ہیں وہاں وہاں عوام سے دین کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی ہے۔ اس لئے ہماری کوشش یہ رہی ہے کہ ان مدارس کے مزاج ومذاق پر کوئی حرف نہ آنے پائے، اس کوشش کو بعض حلقوں کی طرف سے بعض اوقات جمود کے طعنے بھی دیئے جاتے ہیں، لیکن ہمیں یہ طعنے اس لئے گوارا ہیں کہ اس مزاج ومذاق کو ترک کرنے کا انجام بہت سے اسلامی ممالک میں ہم نے کھلی آنکھوں مشاہدہ کیا ہے۔

تاہم الحمدللہ، دارالعلوم کا نصاب و نظام مرتب کرتے وقت ہم نے وقت کی واقعی ضروریات سے آنکھیں بند کرنے کی کوشش نہیں کی، بلکہ ایک عالمِ دین کو موجودہ دَور میں دین کی تعلیم و تبلیغ کے لئے جن عصری معلومات کی ضرورت ہے، ہم نے اپنے طالب کو از خود ان تمام معلومات سے بقدرِ ضرورت آراستہ کرنے کی کوشش کی ہے اور اس نقطہ نظر سے اپنے نصاب پر نظرِ ثانی کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے۔

اس وقت دارالعلوم کا سولہ سالہ نصابِ تعلیم چھ مراحل پر مشتمل ہے، پہلا مرحلہ پرائمری ہے جس میں سرکاری مدارس کا پورا پرائمری نصاب اس طرح پڑھایا جاتا ہے کہ اس میں قرآن کریم ناظرہ پارہ عم کے حفظ کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے، نیز ضروری دینی معلومات مہیا ہو جاتی ہیں۔ دوسرا مرحلہ متوسطہ ہے، اس میں اردو، فارسی اور ابتدائی عربی زبان کے ساتھ ریاضی، علمِ شہریت، جغرافیہ اور تاریخ کے مضامین ثانوی معیار تک پڑھائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد کے چار مراحل ٹھیٹھ دینی علوم کی تعلیم کے لئے مخصوص ہیں، لیکن ان کے ساتھ ساتھ متعدد عقلی اور تجرباتی علوم مثلاً منطق، فلسفہ، فلکیات اور تقابلِ اَدیان وغیرہ بھی داخلِ نصاب ہیں۔ دَورہ حدیث پر سولہ سالہ نصابِ تعلیم کا اختتام ہوتا ہے۔ اس کے بعد دو سال فقہ اور فتویٰ میں تخصص کے لئے رکھے گئے ہیں۔ دو سال قبل اس شعبے کے ذریعہ قاضیوں کی تربیت کا بھی ایک دَورہ منعقد کیا گیا تھا جس میں علماء کی ایک بڑی تعداد نے قضاءِ شرعی کی تربیت حاصل کی ـــ اس کے علاوہ سرکاری تعلیمی اداروں اور عدلیہ کے افسران کے لئے دارالعلوم میں وقتاً فوقتاً ریفریشر کورسز اور لیکچروں کا انتظام بھی کیا جاتا رہا ہے۔

دارالعلوم میں پاکستان کے ہر صوبے کے علاوہ بنگلہ دیش، برما، ایران، افغانستان، سری لنکا، تھائی لینڈ، انڈونیشیا، ملائیشیا، ترکی اور افریقی ممالک میں سے کینیا، یوگنڈا، ملاوی اور جنوبی افریقہ کے طلباء اکثر زیرِ تعلیم رہتے ہیں۔ دارالاقامہ میں رہائشی طلبہ کی تعداد امسال سات سو کے قریب ہے، لیکن تمام درجات میں طلباء کی مجموعی تعداد ڈیڑھ ہزار ہے۔ اس کے علاوہ دارالعلوم کی طرف سے شہر کے مختلف حصوں میں ۳۷ مکاتبِ قرآنیہ قائم ہیں جن میں ہزارہا بچے قرآن کریم حفظ و ناظرہ کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

دارالعلوم کا دارالافتاء، مفتئ اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ کی وجہ سے ملک کا ممتاز ترین دارالافتاء سمجھا جاتا ہے جس میں اَطرافِ عالم سے سوالات آتے ہیں اور اب تک یہاں سے ایک لاکھ سے زائد تحریری فتاویٰ جاری ہو چکے ہیں۔

دارالعلوم میں ایک شعبۂ تصنیف و تالیف بھی قائم ہے جس سے بفضلہ تعالیٰ اب تک اتنا علمی اور تحقیقی کام ہو چکا ہے جو بڑی بڑی تحقیقی اکیڈمیوں کے کام کے برابر ہے، مکتبہ دارالعلوم اس شعبے کا اشاعتی ادارہ ہے جو اب تک پچاس سے زیادہ کتابیں اُردو، عربی، انگریزی اور فارسی زبانوں میں شائع کر چکا ہے۔ اسی شعبے سے ایک ماہنامہ رسالہ "البلاغ" کے نام سے گزشتہ انیس سال سے پابندی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے جو ملک میں صفِ اوّل کا دینی مجلّہ ہے، اور اس نے بحمداللہ تاریخ کے ہر موڑ پر ملّت کی دینی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے۔

دارالعلوم کے آئندہ منصوبوں میں یہ بھی داخل ہے کہ جس طرح ہم نے پرائمری سطح تک ایسا مدرسہ ابتدائیہ قائم کیا ہے جس میں سرکاری پرائمری نصاب کے ساتھ دینیات کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے، اسی طرح ایک ثانوی مدرسہ اور ایک ایسا کلیہ بھی قائم کیا جائے جس میں مکمل سرکاری نصاب کے ساتھ ضروری اسلامی علوم اور مناسب دینی تربیت کا انتظام ہو ـــ اس کے علاوہ اور بھی متعدد تعلیمی توسیعی، تعمیراتی اور ترقیاتی منصوبوں پر کام ہو رہا ہے،

اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی سے امید ہے کہ انشاء اللہ یہ تمام کام بھی اپنے اپنے وقت پر اسی کی نصرت کے ذریعے انجام پائیں گے۔

دارالعلوم کا کتب خانہ اپنی کتابوں کی جامعیت کے لحاظ سے اسلامی علوم پر ملک کا ممتاز ترین کتب خانہ ہے جس میں چالیس ہزار سے زائد کتابوں کا ذخیرہ علماء، طلبہ اور محققین کی علمی پیاس بجھاتا ہے، یہ کتب خانہ پہلے ایک تنگ جگہ میں تھا، اب بفضلہ تعالیٰ اس کے لئے وہ نئی عمارت تعمیر ہوگئی ہے جس کے افتتاح کے لئے آنجناب کو زحمت دی گئی ہے۔ عمارت کی تبدیلی کے ساتھ کتب خانے کو نئے سرے سے مرتب کیا گیا ہے جس کے ذریعہ کتابوں کی تلاش اور ان سے استفادہ نہایت آسان ہو جائے۔

مہمانِ گرامی قدر!

کسی ملک کی تعمیر و ترقی میں اس ملک کے کتب خانے جو اہم کردار ادا کرتے ہیں، وہ محتاجِ بیان نہیں، لیکن ہمارے ملک میں اسلامی علوم پر اچھے کتب خانوں کی بہت کمی ہے، اپنی تاریخ کے اس اہم دور میں جب ہم زندگی کے ہر شعبے کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی جدوجہد کر رہے ہیں، ہمیں اسلامی علوم کے خود کفیل کتب خانوں کی بیحد ضرورت ہے، ملک میں کم از کم ایک کتب خانہ ایسا ہونا ناگزیر ہے جس میں اسلامی علوم پر لکھی گئی تمام اہم مطبوعہ کتابیں اور قلمی نسخے موجود ہوں۔ ہم اپنے نہایت قلیل وسائل کے باوجود کوشش کر رہے ہیں کہ دارالعلوم کا کتب خانہ رفتہ رفتہ اس ضرورت کی تکمیل کے لائق بن سکے۔ اس غرض کے لئے ہم یہاں مائیکرو فلم کے یونٹ بھی نصب کرنا چاہتے ہیں، جن کے ذریعے دنیا بھر کے اہم مخطوطات کو رفتہ رفتہ محفوظ کیا جا سکے۔

صدرِ عزت مآب!

سپاسنامہ کو ختم کرنے سے قبل ایک اہم بات کا ذکر ضروری ہے الحمدللہ اس وقت ہمارے تعلیمی اداروں میں قرآن کریم کی تعلیم لازمی ہے جو بڑا مستحسن اقدام ہے، لیکن اب تک وہ اسلامیات کے مضمون کا ایک غیر اہم حصہ بنی ہوئی ہے، نہ اس کا علیحدہ کوئی پیپر بنا ہے، نہ الگ امتحان ہوتا ہے اور نہ تعلیمی اداروں میں اس کے لئے موزوں اساتذہ مہیا ہیں۔ اس لئے یہ مضمون بے اثر ہو کر رہ گیا ہے، قرآن کریم کی اہمیت کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ اسے اسلامیات سے علیحدہ ایک مستقل مضمون قرار دے کر اس کا علیحدہ امتحان ہو جس میں کامیابی حاصل کرنا مجموعی کامیابی کے لئے ضروری ہو، اور اس کے لئے تعلیمی اداروں میں ایسے اساتذہ کا تقرر کیا جائے جو واقعۃً قرآن کریم کی تعلیم کے اہل ہوں۔ امید ہے کہ آنجناب اس ضرورت کی تکمیل کی طرف فوری توجہ فرمائیں گے۔

مہمانِ گرامی مرتبت!

آخر میں ہم ایک بار پھر آپ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے مصروف روز و شب میں سے دارالعلوم کے لئے وقت نکال کر اس یادگار اجتماع کا موقع فراہم کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے دینی جذبے میں برکت عطا فرمائے، آپ کو اس ملک اور دین کی خدمت کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

والسلام

(محمد عبدالحیؒ)
صدر دارالعلوم کراچی

ضبط و ترتیب : عمران اشرف عثمانی

صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب

سپاسنامہ کے بعد صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے جواب سپاسنامہ پیش کیا۔ وہ جواب سپاسنامہ یعنی صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کی تقریر کا متن یہ ہے :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم النبیین ۔

گورنر صوبہ سندھ جنرل جہانداد خاں صاحب، وزیر اعلیٰ صوبہ سندھ جناب سید غوث علی شاہ صاحب، مہتمم دارالعلوم کراچی جناب مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، جناب جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی صاحب جناب مولانا ظفر احمد انصاری صاحب، اساتذہ کرام و عزیز طلبہ ! اور معزز حاضرین

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔

مجھے بے حد خوشی ہے کہ آج میں انتہائی ممتاز دینی درسگاہ کے لائق احترام اساتذہ، طلبہ اور کراچی کے معززین سے خطاب کر رہا ہوں، میں دارالعلوم کراچی کے صدر جناب ڈاکٹر محمد عبدالحئی صاحب کا اور دارالعلوم کی مجلس انتظامیہ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے علم و دانش کے اس مرکز میں حاضری کا موقع عنایت فرمایا اور اس درسگاہ کے کتب خانہ کی نئی عمارت کے افتتاح کی دعوت دی۔ علمائے دین کے اس اجلاس میں شرکت کو میں باعث سعادت سمجھتا ہوں۔ مجھے اس چیز کا افسوس ہے کہ جناب ڈاکٹر عبدالحئی صاحب طبیعت کی علالت کی وجہ سے تشریف نہیں لاسکے۔ ہمیں ان کی صحبت سے محرومیت کا بے حد افسوس ہے۔ لیکن ساتھ ہی میں آپ حضرات کی خدمت میں یہ گذارش کروں گا کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ حضرت کو کامل صحت عطا فرمائے۔ طویل عمر عطا فرمائے۔ اور ان کا سایہ ہمارے سر پر تا دیر سلامت رہے۔ کیونکہ یہ ایسے اصحاب ہیں کہ جن کی برکت سے آج پاکستان میں دین اسلام کا نام لیا جا رہا ہے۔

میں از خود کوئی عالم دین نہیں ہوں۔ مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب نے ازراہ کرم جو کلمات میری ذات کے

بارے میں فرمائے ہیں، وہ ان کی فراخدلی اور ذرہ نوازی کا مظہر ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کا ایک ناچیز بندہ، رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک ادنیٰ غلام ہوں! اور خود کو ان کلمات تحسین کا مستحق نہیں سمجھتا البتہ اس بات کا ہر لمحہ تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھ کو اسلام کی خدمت کا موقع عنایت فرمایا اور توفیق بخشی کے اس مملکت میں احکام اسلامی کے نفاذ کے لئے اقدامات کا آغاز کیا جائے۔

اس میں اسلام کے لئے میرے دل کی تڑپ اور عشقِ رسولؐ کی کسک کا بھی کچھ حصہ ضرور ہو گا۔ لیکن سچ پوچھئے تو پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کا آغاز ایک شخص کی وجہ سے نہیں ہے۔ یہاں میرے بہت سے رفقاء کار موجود ہیں۔ میں ان کے نام اگر گنوانا شروع کروں تو یہ سن کر آپ حیران رہ جائیں گے کہ اس ملک کے اندر جو تھوڑی بہت اسلام کی خدمت ہوتی ہے اس کے اندر کتنے لوگوں کا ہاتھ ہے۔ لیکن یہ کام اگر صحیح معنوں میں اس میں پیش رفت ہوئی ہے تو اس نظام کے نفاذ کا آغاز کروڑ مسلمانوں کی دعاؤں اور ہمارے علمائے کرام، علمائے دین کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کے جدوجہد کو نئی زندگی ملی اور ایک ایسی فضا پیدا ہوئی کہ ملک کے کونے کونے میں نفاذِ شریعت کا جذبہ موجزن ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے مجھے ایسے مواقع عطا فرمائے کہ حکومتی سطح پر نفاذ اسلام کے لئے اقدامات کئے جائیں۔ اس خدمت کی انجام دہی میں مجھے بہت سے رفقاء کار اور بہت سے بے لوث علمائے دین اور پاکستان کے عوام کا بھرپور تعاون حاصل رہا۔ نفاذ اسلام کے سلسلے میں جو کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں وہ اس تعاون کے بغیر ممکن نہیں، مجھے یقین ہے کہ نفاذ اسلام کے عمل کو جاری رکھنے میں پاکستان کے علمائے گرامی اور عوام نہ صرف تعاون جاری رکھیں گے بلکہ اس فضا کو بھی برقرار رکھا جائے گا جو گزشتہ آٹھ نو سال کے دوران نفاذ اسلام کے لئے پورے پاکستان میں پیدا ہوئی ہے۔ حکومت نفاذ اسلام کے لئے اپنی کوشش پورے خلوص کے ساتھ جاری رکھے گی لیکن قرآن وسنت کے احکام کے نفاذ کے لئے صرف حکومتی سطح پر اقدامات کافی نہیں۔ اس سلسلے میں ایک انتہائی اہم ضرورت ایسے تربیت یافتہ افراد کی ہے جو دینی علوم میں مہارت رکھتے ہوں۔ اس کا احساس رکھتے ہوں اور اس راہ میں کوشش کے لئے گامزن ہوں۔ اس ضرورت کو پورا کرنے میں خصوصاً دینی مدارس اہم خدمت انجام دے سکتے ہیں۔ مجھے یہ جان کر انتہائی خوشی ہوئی کہ آپ کے ادارے میں صرف علوم دینی کا نصاب ہی نہیں پڑھایا جاتا۔ جیسے کہ ابھی مولانا رفیع عثمانی صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ یہاں جدید علوم کی تعلیم بھی دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اور اس کے ساتھ طلباء کی عملی تربیت اور ان کی سیرت واخلاق کی تعمیر پر بھی توجہ دی جاتی ہے۔

یہاں میں آپ کی خدمت میں ایک چھوٹا سا نکتہ ضرور پیش کروں گا۔ اور وہ یہ ہے کہ تعلیم کا مقصد کیا ہے۔؟ میں اس سلسلے میں اتنے بڑے مجمع میں جس میں کہ علمائے کرام موجود ہیں۔ اپنے آپ کو ایک ان پڑھ سا آدمی تصور کرتا ہوں لیکن ہر دور کے اندر اور ہر زمانہ کے اندر تعلیم کا کچھ نہ کچھ مقصد ضرور ہوتا۔ بعض افراد تعلیم حاصل کر کے نوکری کرنا چاہتے ہیں اور بعض افراد تعلیم حاصل کر کے دینی علوم سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ بعض اصحاب تعلیم حاصل کر کے قوم وملک کی کسی اور طریقے سے خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ کوئی ڈاکٹر بننا چاہتا ہے۔ کوئی انجینئر بننا چاہتا ہے۔

لہٰذا ہر کام کے لئے ایک مقصد ضروری ہے۔ دینی مدارس کے لئے تعلیم کا نظام جو ہے۔ اس کا آج تک یہ مقصد قرار دیا گیا ہے کہ یہاں سے دین کی تعلیم کے پھیلانے والے لوگوں کو تیار کر کے باہر نکالا جائے۔ لیکن اکثر و بیشتر دینی مدارس کے طلباء جو دینی تعلیم حاصل کر کے باہر نکلتے ہیں، اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے، اور ممکن ہے کہ یہ خیال غلط ہو کہ ہم صرف ائمہ مساجد تیار کرتے ہیں، میرے خیال میں یہ نہ تو صحیح ہے اور نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ دین کی تعلیم دینے کے بعد جو سب سے بڑا اہم کام جو نقطۂ نظر میں ہے وہ یہ ہے کہ آپ معاشرہ کی تشکیل کے لئے کیا کردار ادا کر سکتے ہیں؟ اس کے اندر خواہ امام مسجد ہوں، خواہ امام مکتب ہو، خواہ ڈاکٹر ہو یا انجینئر ہو اس کا سب سے بڑا اہم فرض جو ہے وہ یہ ہے کہ معاشرہ کی تنظیم کیلئے یا معاشرہ کی تشکیل کے لئے یا معاشرہ کی بہتری کے لئے کیا کیا جا سکتا ہے؟ لہٰذا جہاں میں مولانا رفیع عثمانی صاحب کی تجاویز سے پورا اتفاق کرتا ہوں کہ ہمارے نظام تعلیم کے اندر یعنی حکومت کی سطح کے اوپر نظام تعلیم میں بہت سی خامیاں ہیں۔ اور ان خامیوں کو رفع کرنا حکومت کا کام ہے! اور حکومت کی راہنمائی کے لئے جہاں تک دینی علوم کا تعلق ہے، ان کے بارے میں علماء کرام سے مشورہ لیا جا سکتا ہے: اور جہاں تک دنیاوی تعلیم کا تعلق ہے، وہاں پر دنیاوی تعلیم کے ماہرین سے تعاون حاصل کیا جا سکتا ہے لیکن دینی مدارس کے اندر اگر ہم صرف اتنی کوشش کریں کہ ایک شخص عالم دین ہو کر جب باہر نکلتا ہے، اسے جس طرح ایک ڈاکٹر کو ایک میڈیکل کالج سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنی معاش کی اتنی فکر نہیں ہوتی جتنی کہ اسے اپنے دوسرے دنیاوی ضرورتوں کی ہوگی۔ حالانکہ اگرچہ یہ مثال شاید کسی حد تک درست نہ ہو، کیونکہ آجکل ڈاکٹر بھی ذریعہ معاش کے لئے بہت کچھ کوشش کر رہے ہیں، کیونکہ اتنے ڈاکٹر پیدا ہو گئے ہیں کہ حکومت کے پاس اتنی ملازمتیں نہیں ہیں! اور ڈاکٹر صاحبان دیہات میں جانے کے لئے تیار نہیں ہیں! اسی طریقہ پر ایسے بہت سے ملازم ہیں۔ لیکن میں آپ کے سامنے ایک مثال پیش کر رہا تھا۔

اسی طریقے سے میری ایک توقع ہے کہ ایک عالم دین، وہ شخص جس نے اٹھارہ سال دینی مدرسے کے اندر تعلیم حاصل کی ہو، اور پھر وہ ایم اے کی تعلیم کے معیار کے مطابق باہر نکلتا ہے تو پھر اسے اپنے ذریعہ معاش کی فکر نہیں ہونی چاہیئے۔ اس سلسلے میں کیا کیا جا سکتا ہے؟ حکومتی سطح پر بھی ضروری کچھ کام ہونے چاہئیں۔ لیکن چونکہ حکومت خود ایک ایمپلائمنٹ ایکسچینج کا کام نہیں کر سکتی، لہٰذا حکومت کی سطح پر جو ہم نے تھوڑی بہت خدمت کی ہے وہ ہم نے یہ کی ہے کہ دینی مدارس کی جتنی سطحیں ہیں ان کا ہم نے معیار عام تعلیمی اداروں کے مطابق اس کا معیار مقرر کر دیا ہے کہ اتنے سال تک جس نے تعلیم حاصل کی ہے وہ بی اے کے مساوی کہلائے گا۔ اور وہ ایم اے کے مساوی کہلائے گا۔ اور انہیں وہ تمام مراعات حاصل ہونگی جو کہ ایک عام حکومتی تعلیمی ادارے سے حاصل شدہ طالب علم کو ہونی چاہئیں، اس میں بھی ابھی کہیں کہیں کمزوریاں ہیں۔ بعض بعض جگہوں پر مجھے معلوم ہے اور یہاں کراچی شہر کے اندر خاص طور پر لوگ کہتے ہیں کہ باقی تمام یونیورسٹیوں میں اس چیز کو مان لیا گیا ہے لیکن کراچی یونیورسٹی نے ابھی تک اس کو تسلیم نہیں کیا۔ میں جمیل جالبی صاحب کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کی خدمت میں ایک مؤدبانہ گذارش کروں گا کہ اگر کہیں اس قسم کی افواہ صحیح ہے تو اس کی اصلاح کی جائے، تاکہ لوگوں کو غلط اعتراض کرنے کا موقع نہ ملے۔

لیکن اس کے ساتھ آپ کی خدمت میں، یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اکثر وبیشتر ہمارے علمائے کرام دینی مدارس سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد اگر اپنے خیالات کے اندر میں اصولوں کی بات نہیں کر رہا اصول سے میری مراد یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے تو میں یہ توقع نہیں کرتا کہ اس میں لچک پیدا کر کے ہم کہدیں کہ جناب نمازیں تین ہونی چاہئیں۔ یا نظام زکوٰۃ کے متعلق جو قرآنی احکامات ہیں۔ اس میں کمی یا زیادتی کی جائے قطعاً نہیں، لیکن جس چیز کے متعلق میں توجہ دلانا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ آپ یقین جانئے اور آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ جب چاند کے اوپر جب انسان پہنچا ہے۔ تو ہمارے یہاں پاکستان کے لوگوں کا ذکر کر رہا ہوں، کسی اور ملک کا نہیں۔ پاکستان کے اندر بہت سے لوگوں نے کہا کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ انسان چاند پر گیا ہے وہ کافر ہے یہ میں نے خود اپنے کان سے سُنا ہے، اور جمعہ کے روز مساجد کے اندر خطبوں میں یہ کہا گیا ہے۔

لہٰذا میری چھوٹی سی گذارش یہ ہے کہ دینی مدارس کے اندر جہاں دین پر توجہ ہے وہاں دین یہ نہیں کہتا کہ آپ صرف خصوصاً، خالصتہً صرف دینی تعلیم حاصل کریں کیونکہ دین و دنیا میرے نقطہ نظر سے متضاد نہیں میں ایک ان پڑھ سا آدمی ہوں، لیکن مجھے اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل سے بہت سے علماء کی صحبت نصیب ہوئی ہے۔ علمائے بھی کہا کہ دین بھی رکھو اور دنیا بھی رکھو، کیونکہ یہ ہی اسلام کی تعلیم ہے اس لحاظ سے اگر تھوڑا بہت دنیاوی علوم بھی دینی مدارس کے اندر رائج ہو جائے۔ تو میرے خیال میں اس کے اندر بہت منافع ہوگا۔ میں یہ چھوٹا سا نکتہ آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا تھا۔

دارالعلوم کراچی کو ایک دینی درسگاہ کے طور پر آج جو مقام حاصل ہے وہ اس کے بانی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم و مغفور جیسے بزرگ ہستی کا فیضان اور دارالعلوم کراچی کے اساتذہ کرام کے جذبہ دینی کا ایک شاندار مظہر ہے۔ ایک اسلامی معاشرہ میں اشاعتِ دین کے لئے کام کرنا سب سے بڑی سعادت ہے۔ یہ سنتِ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ ہر نبی ہر پیغمبر انسانیت کی تعلیم کے لئے بھیجا گیا۔ خود آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی شان یہ بتائی ہے کہ وہ کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ آپ اہل علم ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ قرآن مجید میں انسان اور فرشتوں میں جو امتیاز اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے وہ علم کا امتیاز ہے۔ تخلیق آدم کے وقت حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ملائکہ میں جو مکالمہ سورہ بقرہ میں بیان ہوا ہے۔ اس میں یہ بیان ہے، آدم کو ملائکہ پر فضیلت علم کی وجہ سے ہے۔ فرشتوں نے آدم کی خامیوں کمزوریوں کو ذکر کیا لیکن آدم کو علم کی وجہ سے فرشتوں پر فضیلت دی گئی۔ اور اس فضیلت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر اپنا نائب اور خلیفہ بنا کر بھیجا، قرآن کریم نے علم و حکمت کو خیر کثیر قرار دیا۔

آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی پوری حیاتِ مبارکہ درس و تدریس سے عبارت ہے۔ اسلام کی پہلی درسگاہ صفۂ نبوی ہے۔ اس درسگاہ میں پیغمبر اسلام خود بھی تعلیم دیتے۔ اور صحابہ کبارؓ کو بھی مقرر فرماتے تھے۔ حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھنا سکھانا اور قرآن مجید کی تعلیم دینے کے لئے مقرر فرمایا۔ اسی طرح عبداللہ بن زید بن عوام کو صفۂ نبوی میں لکھنے پر مامور فرمایا۔ فن قرأت میں مہارت کے لئے آپ طلباء کو حضرت

ابی بن کعبؓ کے پاس بھیجا کرتے تھے۔ حضرت زید بن ثابت کو غیر زبانوں میں مہارت حاصل کرنے کی ہدایت فرمائی! اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کئی زبانیں جانتے تھے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف باقاعدہ منظم طریقہ سے تعلیم و تدریس کا بندوبست کیا، بلکہ خصوصی مہارت ہم آجکل کی زبان میں جسے اسلامی آئیزیشن کہتے ہیں۔ کو بھی پوری اہمیت دی، صفۂ نبوی میں دور دور سے طالب علم آتے تھے۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مقرر کردہ اساتذہ سے دین کی تعلیم حاصل کرتے تھے! اسی طرح قبائل کی بڑی تعداد حصولِ علم کے لئے آتی تھی! اور خود آنحضورؐ قبائل کی تعلیم کے لئے معلمین کو مختلف علاقوں میں روانہ کیا کرتے تھے، علم حاصل کرنے اور تعلیم دینے کو آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے درجات کی بلندی کا ذریعہ قرار دیا حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالےٰ علم کے ذریعہ رفعت و بلندی عطا فرماتا ہے حتیٰ کہ وہ امام اور پیشوا بن جاتے ہیں، خیر کے امور میں ان کی اقتدار کی جاتی ہے۔ ان کے نقش قدم پر چلا جاتا ہے' اور ان کے اعمال کو عقیدت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ملائکہ ان کی دوستی کی حرص کرتے ہیں۔ اور ان کے پروں کے نیچے اپنے پر بچھاتے ہیں۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے لیکن آپ معلم انسانیت کے درجہ پر فائز تھے۔ آپؐ خود لکھنا نہیں جانتے تھے، لیکن لکھنے کے آداب اور حصول کی بھی آپؐ نے صحابہ کو تعلیم دی ہے۔ آپؐ کی بعض احادیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صاف صاف اور واضح لکھائی کی کس قدر تاکید فرماتے تھے۔ آپؐ کا ارشاد تھا کہ کاغذ کو موڑنے سے پہلے اس کی سیاہی کو ریت ڈال کر خشک کر لیا کرو، آپؐ کہتے تھے کہ حرف شین کے تینوں شوشے برابر کیا کرو' اس کے بغیر شوشوں سے نہ لکھا کرو۔ آپؐ کا فرمان تھا کہ اگر کاتب کو لکھنے کے دوران کسی وجہ سے رکنا پڑ جائے تو یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ لکھ نہیں رہا۔ وہ کان پر قلم رکھ لے۔ تاکہ لکھوانے والے کو آسانی ہو! اور جب دوبارہ لکھنے کے لئے تیار ہے! اس طرح کی احادیث سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کس طرح چھوٹی سے چھوٹی بات پر توجہ فرماتے تھے! اور ہر کام سلیقہ سے کرنے کی آپ کی نظر میں کتنی اہمیت تھی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار احادیث جس میں علم اور اہل علم کی فضیلت بیان کی گئی ہے، علما کو سب سے بہتر انسان قرار دیا گیا۔ آنحضورؐ دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! میں تجھ سے علم نافع رزقِ طیب اور عمل مقبول کی استدعا کرتا ہوں آپ نے فرمایا، کہ عالم کی مثال زمین پر ایسی ہے جیسے آسمان پر ستاروں کی جو بحر و بر کی تاریکیوں کو روشن کرتے ہیں۔ اگر ستارے ماند پڑ جائیں تو رہنما بھی بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اسی طرح ایک حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے، اسے دین کا علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

آپ حضرات اہل علم ہیں۔ قرآن و حدیث سے آپ کی واقفیت مجھ سے زیادہ ہے۔ میں نے جو کچھ باتیں عرض کی ہیں۔ قرآنی آیات و احادیث کے جو چند حوالے دیئے ہیں۔ ان کا مقصد حصولِ سعادت بھی ہے! اور اس حقیقت کا اظہار بھی کہ میری نظر میں اور حکومتی سطح پر علماء کرام اور دینی مدرسوں کی کتنی قدر و منزلت ہے۔ علماء کرام کا مقام اور مرتبہ اللہ اور اس کے رسول نے مقرر فرمایا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس مقام اور مرتبہ کا ہر مرحلہ پر احترام کریں۔

اس جلسہ میں آنے سے پہلے میں نے دار العلوم کے بہت سے شعبے دیکھے علم و تدریس کے انتظامات سے میں بے حد متاثر ہوا ہوں۔ میں نے دار العلوم کے نئے کتب خانہ کی نئی عمارت کا افتتاح بھی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ نئی عمارت اور کتب خانے کے لئے موزوں سامان مہیا کیا گیا ہے۔ لیکن اس کی اصل اہمیت وہ بیش قیمت اور نادر کتابیں ہیں جن میں حکمت و دانش کے خزانے چھپے ہوئے ہیں۔ کتب خانہ ہر تعلیمی ادارہ کی جان ہوتا ہے اسے وہی اہمیت حاصل ہوتی ہے جو انسانی قالب میں دل کو ہوتی ہے جس طرح دل پورے جسم کو توانائی پہنچاتا ہے، اور اعضا کو تر و تازہ رکھتا ہے! اسی طرح ایک تعلیمی ادارے میں کتب خانہ علم و حکمت کو طالبان علم میں گردش دینے اور ان کے علم کو تر و تازہ رکھنے کا وظیفہ انجام دیتا ہے۔ آپ کے ادارے میں تصنیف و تالیف کا شعبہ بھی پوری طرح سرگرم ہے۔ اور دینی موضوعات میں علمی خزانے کے اضافہ کا اہم ذریعہ ہے۔ اسلام نے کتاب کی اہمیت اس حقیقت سے ظاہر کی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو سب سے پہلے جو نام دیا ہے "الکتاب" یعنی ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ، اپنے محبوب پیغمبرؐ کی شان بیان کی تو فرمایا "ويعلمهم الكتاب والحكمة" پہلی وحی نازل کی تو فرمایا "اقرأ" پڑھ! اس پروردگار کے نام سے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا۔ آپ نے اپنے ادارے میں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کو مناسب اہمیت دی ہے! اور آپ اپنے کتب خانہ کو زیادہ سے زیادہ جامع اور مفید بنانا چاہتے ہیں! اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے ارادوں میں کامیابی عطا فرمائے، دار العلوم کے کتب خانے کے سلسلے میں جو آپ کی تجاویز ہیں، انہیں پورا کرنے کے لئے اگر میری طرف سے یا حکومت کی طرف سے کسی خدمت کی ضرورت ہو تو میں حاضر ہوں۔

اسکولوں اور کالجوں میں اسلامیات اور تعلیم قرآن کے نصاب اور انتظامات کو بہتر بنانے کے لئے آپ کی تجاویز بہت اچھی ہیں، میں ان تجاویز کو انشاء اللہ نافذ کروانے کی کوشش کروں گا۔ آپ کی کچھ اور تجاویز خصوصاً اس دار العلوم کے لئے میں ان سے استفادہ کرنا چاہتا تھا لیکن مولانا رفیع عثمانی صاحب نے بہت کچھ کہا۔ اور بہت کچھ ان کہا چھوڑ دیا ہے۔ لیکن میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع مرحوم و مغفور کا یہ پودا لگایا ہوا ہے۔ ہماری یہ کوشش ہوگی کہ انشاء اللہ اسے ایک تناور درخت بنانے کے لئے اس کی آبیاری کریں۔ اور اسے پھلتا پھولتا دیکھیں۔ (آمین) اور پھر اس درخت سے اتنے درخت اور لگیں کہ پاکستان شاد و آباد ہو جائے۔ اور پاکستان کے اندر اسلام کی تعلیمات اتنے اچھے طریقے سے رائج ہوں کہ ہم میں سے ہر شخص ان سے استفادہ حاصل کرے۔

ابھی یہاں آنے سے پہلے میں نے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم و مغفور کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کی سعادت بھی حاصل کی! اور ان کے بابرکت ہاتھوں سے لگنے والا دار العلوم کا یہ پودا دیکھا۔ جیسا کہ میں نے ابھی آپ کی خدمت میں عرض کیا، ہماری یہ کوشش ہوگی اسے اچھا تناور درخت بنائیں اور اللہ تعالیٰ اس کو اور ترقی دے، اور اللہ تعالیٰ مفتی صاحب مرحوم کو صدقۂ جاریہ کے اجر و ثواب سے مالا مال رکھے۔ مجھے ازحد خوشی ہے کہ حضرت مولانا کے صاحبزادگان بھی اپنے لائق فخر والد صاحب کے نقش قدم پر چل کر دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ نظام اسلام کے نفاذ کے سلسلے میں مجھے آپ سب حضرات کے مشوروں کی سعادت بھی حاصل رہتی ہے۔ جو رہنمائی کے ساتھ ساتھ حوصلہ افزائی

کا ذریعہ بھی ہے. میری دلی آرزو ہے کہ پاکستان میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو بالادستی حاصل ہو اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ سے پاکستان کی فضائیں معمور ہوں! اور ہم اپنی زندگیوں کو اسلام کے سنہری اصولوں کے تحت ڈھالیں. حکومت نے تہیہ کر رکھا ہے کہ پاکستان کو ایک اسلامی اور فلاحی ریاست بنایا جائے گا۔ (انشاء اللہ) تاکہ یہ دوسروں کے لئے نمونہ بنے۔

میں شکریہ ادا کرنے سے پہلے آپ کی خدمت میں صرف دو نکات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ ہمارے یہاں اگر اس وقت کچھ کمزوری ہے تو معاشرے کی کمزوری ہے. اصلاحِ معاشرہ کے متعلق آپ نے حکومتی سطح اور دینی سطح پر بہت کچھ سنا ہوگا لیکن اس سلسلے میں بہت سی کمزوریاں ہیں، اور حکومت کی سطح پر اب ایسے ادارے قائم ہوئے ہیں. جو کہ اجتماعی طور پر دینِ اسلامی کے لئے کوشاں رہنے چاہئیں، لیکن میں آپ کی خدمت میں آپ کے توسط سے ایک چھوٹی سی گذارش کرنا چاہتا ہوں۔

موجودہ نظامِ حکومت کے لئے آپ نے کوشش کی ایک نظامِ حکومت قائم کرنے کے لئے ایک ذریعہ بھی ہے، اس ذریعہ کے لئے آپ نے کیا طریقہ استعمال کیا؟ آج اس پر بحث نہیں کرنا چاہتا، لیکن یہ میں آپکی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے اس میں بھرپور حصہ لیا اور ہماری یہ کوشش تھی کہ ایسے ادارے قائم ہوں، جہاں پر اللہ تعالیٰ کے بندے اللہ تعالیٰ کا نام لینے کے لئے آئیں، آج میرے اور آپ کے نمائندے ہر سطح پر موجود ہیں، ہماری ان سے یہ توقع ہے کہ وہ اسلام کے لئے اتنی جستجو کریں جتنی کہ ہماری توقع ہے۔ ۲۰ دسمبر سے پہلے یہ میرا فرض تھا، میں خالصتہً اپنے اور اپنے رفقاء کار کے ساتھ جواب دہ تھا۔ آج اس جواب دہی کے ساتھ میرے ساتھ آپ کے وہ تمام لوگ شامل ہیں جن کو آپ نے منتخب کیا ہے. کیونکہ اب صرف میری ذات کے ساتھ یہ تعلق نہیں ہے. پاکستان کے ساتھ اس کا تعلق ہے لیکن ان سے جو ہماری توقعات ہیں، میں آپ کی اس تقریب کے ذریعہ سے ان تک یہ بات پہونچانا چاہتا ہوں کہ اس معاملے میں ہماری توقعات سے کم کام ہو رہا ہے، دینِ اسلام کے نام کے لئے جو ہماری توقعات تھیں اس کے مطابق ہماری توقعات ابھی ان سے بہت وابستہ ہیں. کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ تمام کے تمام لوگ جو کہ منتخب ہو کر آج اسمبلیوں کے اندر بیٹھے ہیں ان میں سے ہر ایک نے بغیر استثناء کے ہر شخص نے یہ کہا ہے کہ میں اسلام کا نام لوں گا۔ اگر نہ کہا ہو تو آپ مجھے جو چاہیں سزا دیں ہر شخص نے آپ سے اور مجھ سے ووٹ مانگے میں نے ریفرنڈم میں آپ سے جا کر کہا کہ جناب اسلام کی خاطر آپ اس ریفرنڈم کو کامیاب بنائیں تاکہ اس کے بعد ہم الیکشن کرواسکیں منتخب نمائندے آئیں اور اسلام کا نفاذ ہو، اس کے اندر ہمیں کامیابی تو ضرور ہوئی لیکن ہم وہ چیز حاصل نہ کر سکے جس کی ہمیں توقع تھی. جیسا کہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں اس پر ابھی بحث نہیں کروں گا، لیکن جو چیز میں آپکی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں، وہ آپ کا فرض ہے کہ آپ اپنے ہر منتخب نمائندہ سے اس چیز کا سوال پوچھیں۔ آج پاکستان کی نیشنل اسمبلی کا اجلاس اسلام آباد میں ہو رہا ہے اس اجلاس کے اندر ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب کی گزشتہ چھ سال کی رپورٹیں زیر بحث ہیں ۲۳۷ ارکان کی پاکستان نیشنل اسمبلی ہے اور ۸۷ ارکان کی سینیٹ ہے. میں سینیٹ کے متعلق تو کچھ نہیں کہوں گا۔ کیونکہ وہاں یہ رپورٹیں ابھی نہیں گئی ہیں. میں موجودہ قومی اسمبلی کے سیشن کے دوران کونسل آف اسلامک آئیڈیالوجی کی جو رپورٹیں ہیں۔

وہ زیر بحث ہیں۔ قومی اسمبلی میں آپ ارکان کی حاضری جاکر دیکھیں تو مجھے کہتے ہوئے یہ شرم محسوس ہوتی ہے کہ ارکان اسمبلی جو کہ موجودہ اسمبلی میں بیٹھ کر جس کا یہ کام ہے کہ کونسل آف اسلامک آئیڈیالوجی کی سفارشات کو زیر بحث لائیں، اور حکومت پر واضح کریں کہ ان میں سے کن سفارشات کو منظور کیا جاسکتا ہے؟ دین اسلام کی خاطر کیا کیا کام کیا جاسکتا ہے؟ وہ تو الگ رہا۔ باہر مجمع ہورہے ہیں، سیاست کی بات ہو رہی ہے ہر چیز کی بات ہورہی ہے، اسلام کی بات نہیں ہو رہی۔ میں آپ سے درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے جن لوگوں کو اپنے اعتماد میں لے رکھا ہے' جن کو آپ نے ووٹ دیئے ہیں۔ جب وہ آپ کے پاس آئیں تو آپ ان سے پوچھئے کہ حضرت! ہم نے تو آپ کو اسلام کے نام پر ووٹ دیا تھا۔ اور آپ وہاں اسمبلی سے غائب ہیں۔ آپ مجمع لگائے ہے ہیں آپ سیاسی اجلاس منعقد کر رہے ہیں تو اسلام کا نام کون لیگا۔؟

میری آپ سے دوسری گذارش جو ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کا نفاذ وہ ایک آدمی کا کام نہیں۔ وہ ایک حکومت کا کام ہے۔ جیسا کہ ابھی آپ نے مولانا رفیع صاحب کی زبانی سنا۔ یہ تو ایک پشت در پشت کرنے کا کام ہے۔ جو کچھ ہم سے ہوسکا وہ ہم نے کیا ہے، کچھ اس موجودہ حکومت سے ہماری توقعات ہیں اور ہمیں امید ہے کہ اس میں ایسی بوٹیاں لگائی جائیں گی، ایسے پودے لگائے جائیں گے کہ وہ خود بخود اتنا پھیلیں گے کہ تاکہ ایک دن پاکستان نہ صرف ایک اسلامی فلاحی مملکت بنے گا، بلکہ ایک مثالی اسلامی مملکت بنے گا اس کے لئے ہر شخص کو کوشش کرنے کی ضرورت ہے اور کوشش کرنے کے لئے معاشرہ کے ہر فرد کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ایک شخص ایک حکومت، ایک ادارہ جو ہے وہ اسلام کو نافذ کرنے کے لئے کافی نہیں۔ ہر شخص کی کوشش ہونی چاہیئے۔ جہاں تک معاشرہ کا تعلق ہے میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مختلف آوازیں اس وقت ہمیں جگانے کی کوشش کر رہی ہیں کہ ہمیں اپنے معاشرہ کے اندر بہت کچھ اصلاح کی ضرورت ہے! اس اصلاح کے لئے فرشتے نہیں آئیں گے، مجھے اور آپ کو کوشش کرنی ہوگی کہ ہم اپنے حلقہ اختیار کے اندر اہل خانہ کو اپنے اندرون خانہ یہ کوشش کرنی ہوگی کہ اگر ہمارا معاشرہ اسلامی اقدار سے بعید ہے تو اس کو قریب لائیں۔ اور اس طریقے سے ہر فرد، ہر خاندان، ہر قوم، ہر محلہ ملکر کوشش کرے کہ معاشرہ کو ہم نکھار دیں۔ آجکل معاشرہ کے اندر بہت سی کمزوریاں ہیں۔ اور پاکستان کے اندر جو کہ ایک اسلامی مملکت بنانے کا حق رکھتا ہے ایسی کمزوریاں ہیں کہ میں ان کو بیان نہیں کرسکتا۔

مجھے دارالعلوم کی نسبت یہ امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس دارالعلوم کو ایسی شمع کی حیثیت دے کہ یہاں سے پورے ملک کے اندر اسلام کی روشنی پھیلے اور یہاں سے جو لوگ فارغ التحصیل ہو کر نکلتے ہیں یا وہ لوگ جن کا اس ادارہ کے ساتھ تعلق ہے' وہ دین اسلام کے لئے وہ تمام کوششیں کریں گے جو کہ اس وقت حکومتی سطح پر علماء کرام دینی درسگاہوں میں دوسری درسگاہوں میں، ہر شعبہ میں جہاں جہاں لوگ کوشش کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہماری ان کوششوں کو کامیابی عطا فرمائے۔

میں آخر میں جناب جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کا مولانا ظفر احمد انصاری صاحب کا اور مولانا رفیع عثمانی صاحب کا مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے اس قابل سمجھا کہ اپنی لائبریری کے لئے مجھ جیسے گناہگار کو یہ

یہ شرف بخشا کہ میں اس کے افتتاح کے لئے یہاں حاضر ہو سکوں، یہ میرے لئے باعث فخر تھا۔ میں ان کا از حد مشکور ہوں اور ہمیشہ مشکور رہوں گا اور آپ سے میری یہ استدعا ہے کہ اس دار العلوم کی برکت سے اور ایسے لوگوں کی برکت سے جن کا یہ لگایا ہوا درخت ہے ان کی خاطر، اسلام کی خاطر، دین کی خاطر ہمیں چاہئے کہ ہم کوشش کریں کہ وہ تمام کام جس کے لئے پاکستان کی توقعات ہیں پورے ہوں۔ اللہ ان کو کامیابی عطا فرمائے۔

مجھے معلوم نہیں کہ مناسب ہے یا مناسب نہیں ہے لیکن چونکہ میں بھی کسی ادارے کی نسبت سے یہاں آیا ہوں، لہٰذا میں بھی اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ میں اپنی سرکاری اور غیر سرکاری سطح کے اوپر اس دار العلوم کی کیا خدمت کر سکتا ہوں اس وقت دو چیزیں میرے ذہن میں آئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ جو دار المطالعہ ہے جو کہ لائبریری ہے، لائبریری کے اندر بہت سی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دار المطالعہ کو صحیح، جدید اور بڑا نافع دار المطالعہ بنائے، اس کے لئے حکومت کی سطح پر نہیں بلکہ ایک حقیر سا نذرانہ میں دار العلوم کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ پانچ لاکھ روپے کی رقم جس سے کہ نئی کتابیں یہاں لائی جائیں، اور اس کے علاوہ لائبریری کے اندر وہ تمام جدید آلات مائیکرو فلم یونٹ ہے یا پریزرویشن یونٹ ہے۔ ان تمام کے لئے میں کوشش کروں گا کہ وہ اس لائبریری کے اندر موجود ہوں تاکہ اس سے پڑھنے پڑھانے والوں کو مدد مل سکے۔ میں نے مولانا رفیع عثمانی صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج اس دار العلوم کو دیکھ کر جہاں میں پہلی بار حاضر ہوا ہوں، بڑی طبیعت خوش ہوئی ہے۔ کتنا اچھا ماحول ہے۔ اور اتنے صاف ستھرے ماحول کے اندر درس و تدریس کا نظام موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں اور برکتیں ڈالے۔ لیکن جہاں درس و تدریس کا معاملہ ہو، وہاں یہ اگر پڑھنے پڑھانے کے لئے کتابوں کے لئے کسی اور ادارے کی طرف توجہ ہو تو پھر اس میں کچھ کمی رہ جاتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہاں پر ایک اچھا جدید چھاپہ خانہ ہونا چاہئے۔ تاکہ پڑھنے پڑھانے کے لئے چھاپہ خانے کی مدد سے کتابیں چھپیں وہ تمام دنیا کے اندر جائیں، پاکستان کے اندر جائیں۔ میں ایک چھوٹا سا حقیر سا یہ تحفہ دار العلوم کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں پر ایک اچھا جدید چھاپہ خانہ ہو اور پانچ لاکھ روپے کی رقم سے لائبریری کے اندر ایسے آلات نصب کئے جائیں تاکہ نہ صرف دار العلوم بلکہ پاکستان میں ایک ایسی لائبریری ہو جس کو دیکھنے کے لئے اور جس سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے دور دور سے لوگ کھنچے چلے آئیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان کوششوں کو قبول فرمائے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دار العلوم کو ایسا رتبہ بخشے جو کہ اس کے بانی حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم و مغفور کی نیت کے اندر تھا، ہماری یہ کوشش ہوگی کہ دعاؤں کے ساتھ ساتھ تھوڑی بہت کوشش بھی کریں۔ مجھے آپ سے توقعات ہیں کہ آپ ہر وہ کام کریں گے جس سے دار العلوم کو نفع ہو۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان کوششوں کو کامیابی عطا فرمائے۔

میں آخر میں منتظمین دار العلوم اور آپ سب حضرات کا بے حد مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے یہاں آنے کی دعوت دی، میری گذارشات کو نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ سنا۔ شکریہ!

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ
وبرکاتہ

نعتِ رسولِ عربی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پھر پیشِ نظر گنبدِ خضرا ہے حرم ہے
پھر نامِ خدا روضۂ جنت میں قدم ہے

پھر شکرِ خدا سامنے محرابِ نبیؐ ہے
پھر سر ہے مرا اور ترا نقشِ قدم ہے

محرابِ نبیؐ ہے کہ کوئی طورِ تجلّی
دل شوق سے لبریز ہے اور آنکھ بھی نم ہے

پھر منّتِ دربان کا اعزاز ملا ہے
اب ڈر ہے کسی کا، نہ کسی چیز کا غم ہے

پھر بارگہِ سیّدِ کونینؐ میں پہنچا
یہ اُن کا کرم، اُن کا کرم، اُن کا کرم ہے

یہ ذرّۂ ناچیز ہے خورشید بداماں
دیکھ اُن کے غلاموں کا بھی کیا جاہ و حشم ہے

ہر موئے بدن بھی جو زباں بن کے کرے شکر
کم ہے بخدا اُن کی عنایات سے کم ہے

رگ رگ میں محبت ہو رسولِ عربیؐ کی
جنت کے خزائن کی یہی بیع سلم ہے

وہ رحمتِ عالم ہے شہِ اسود و احمر
وہ سیّدِ کونین ہے، آقائے اُمم ہے

وہ عالمِ توحید کا مظہر ہے کہ جس میں
مشرق ہے نہ مغرب ہے، عرب ہے نہ عجم ہے

دل نعتِ رسولِ عربیؐ کہنے کو بے چین
عالم ہے تحیّر کا، زباں ہے نہ قلم ہے!

از کلامِ حضرت مفتیِ اعظمؒ

محمد زکی کیفی

اسلامی دستور

اسلام کی بنیاد پہ یہ ملک بنا ہے
اسلام ہی اس ملک کا سامانِ بقا ہے
بنیاد پہ قائم نہ رہے گا تو فنا ہے
دنیا کی نگاہوں سے نہیں بات یہ مستور
ہم لائیں گے اس ملک میں، اسلام کا دستور

اب رات کٹی ظلم کی، آئے گا سویرا
پھیلے گی ضیا نور کی، بھاگے گا اندھیرا
ہو جائے گا ہر سمت اجالوں کا بسیرا
سرخی جو افق پر ہے وہ ہو جائے گی کافور
ہم لائیں گے اس ملک میں اسلام کا دستور

قانونِ الٰہی نہ ٹلا ہے، نہ ٹلے گا
ہر ازم کے خورشید کو ڈھلنا ہے، ڈھلے گا
اس ملک میں اسلام کا سکہ ہی چلے گا
بن جائے گی یہ پاک زمیں جلوہ گہِ طور
ہم لائیں گے اس ملک میں اسلام کا دستور

اچھائی کو پھیلائیں گے، روکیں گے بُرائی
چلنے نہیں دی جائے گی بندوں کی خدائی
جتنے بھی مسلمان ہیں آپس میں ہیں بھائی
اللہ کا یہ حکم ہے ہم لوگ ہیں مامُور
ہم لائیں گے اس ملک میں اسلام کا دستور

اسلام سکھاتا نہیں انساں کو دو رنگی
اس کے لیے یکساں ہیں وہ ابیض ہو کہ زنگی
تہذیب ہماری ہے نہ رُوسی نہ فرنگی
بہتا ہُوا یہ زخم، وہ رِستا ہُوا ناسُور
ہم لائیں گے اس ملک میں اسلام کا دستور

اسلام کی تعلیم یہاں عام کریں گے
سب کا ہو بھلا جس میں وہ ہی کام کریں گے
سب مِل کے ترقی کے لیے کام کریں گے
افسر ہو کہ تاجر ہو وہ آقا ہو کہ مزدُور
ہم لائیں گے اس ملک میں اسلام کا دستور

اسلاف کی ہم زندہ روایات کریں گے
راضی ہو خدا جس سے وہی بات کریں گے
اس مُلک میں قائم وہ مساوات کریں گے
سب شاہ و گدا آئیں نظر خُرّم و مسرور
ہم لائیں گے اس ملک میں اسلام کا دستور

دولت کا یہاں کوئی پجاری نہ رہے گا
انسان کا انسان شکاری نہ رہے گا
جاری ہے جو اَب ظلم یہ جاری نہ رہے گا
ظالم نظر آئے گا نہ مظلوم نہ مقہور
ہم لائیں گے اس ملک میں اسلام کا دستور

آزاد تجارت کو نہ پابند کریں گے
ہاں سُود کے بازار کو ہم بند کریں گے
ہم عزت و توقیرِ ہنرمند کریں گے
محنت جو کرے گا وہ صلہ پائے گا بھرپُور
ہم لائیں گے اس ملک میں اسلام کا دستور

دولت کو بکھیریں گے سمٹنے نہیں دیں گے
ہاتھوں میں امیروں کے ہی بٹنے نہیں دیں گے
ہم جادۂ انصاف سے ہٹنے نہیں دیں گے
ہوجائینگے خوش حال جو بد حال ہیں مزدُور
ہم لائیں گے اس ملک میں اسلام کا دستور

اسلام محبّت بھی ہے اخلاص و وفا بھی
تسکینِ دل و جاں بھی ہے چہروں کی ضیا بھی
ہر درد کا درماں بھی ہے پیغامِ شفا بھی
کردار ہی کردار ہے اسلام کا منشور
ہم لائیں گے اس ملک میں اسلام کا دستور

۶۲

البلاغ

تبصرے کے لئے ہر کتاب کی دو جلدوں کا آنا ضروری ہے۔

المبسوط للامام محمدؒ

تالیف :- امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ، تحقیق و تعلیق جلد اوّل تا جلد ۴ علامہ ابوالوفار افغانی رحمۃ اللہ علیہ و جلد ۵ ڈاکٹر شفیق شحاتہ۔

ناشر :- ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ ۷/ ۳۷۴ گارڈن ایسٹ کراچی نمبر ۵ پاکستان۔ پانچ جلدوں میں مکمل ۲۳ × ۱۸/۱۶ سائز کے عمدہ آفسٹ پیپر پر عربی ٹائپ کی خوبصورت طباعت۔ پانچوں جلدوں کے صفحات کی مجموعی تعداد ۲۷۸۶ ہر حصہ نہایت دلکش جلد میں مجلّد، قیمت مکمل سیٹ تین سو پچاس روپے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المبسوط" جو "کتاب الأصل" کے نام سے بھی مشہور ہے۔ علمی حلقوں میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ یہی وہ کتاب ہے جسے دیکھ کر اہل کتاب میں سے ایک دانشور مسلمان ہو گیا تھا۔ اور اس نے یہ مشہور جملہ کہا تھا کہ "ھذا کتاب محمد کم الأصغر، فکیف کتاب محمد کم الأکبر" یعنی "جب تمہارے چھوٹے محمد (امام محمد بن حسنؒ) کی کتاب کا یہ حال ہے تو تمہارے بڑے محمدؐ (یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) کی کتاب کا کیا حال ہوگا؟ اور یہی وہ کتاب ہے جسے امام شافعیؒ نے پورا حفظ کیا تھا۔ اور اپنی معروف کتاب "الام" کی تالیف میں اس سے استفادہ بھی کیا۔

فقہ حنفی کی بنیاد امام محمدؒ کی جن چھ کتابوں پر ہے انہیں اصطلاحاً "ظاھر الروایۃ" کہا جاتا ہے اور ان میں "مبسوط" سب سے زیادہ جامع اور مفصل کتاب ہے۔ امام محمدؒ نے پہلے مختلف فقہی ابواب پر الگ الگ کتابیں تحریر فرمائی تھیں۔ جو "کتاب الصّلاۃ"، "کتاب البیوع"، "کتاب المزارعۃ"، وغیرہ

جیسے ناموں سے مشہور تھیں۔ بعد میں آپ نے ان تمام کتابوں کو جمع کر کے ایک کتاب بنادی جس کا نام "المبسوط" رکھا۔ اور چونکہ یہ کتاب فقہ حنفی کا سب سے بڑا اور سب سے مستند ماخذ تھی۔ اس لئے اسی کو فقہاء حنفیہؒ نے "الأصل" کا لقب دیا۔ اور جب فقہاء حنفیہؒ یہ فرماتے ہیں کہ قال محمدؒ فی کتاب المزارعۃ، یا فی کتاب المضاربۃ وغیرہ تو اس سے اسی کتاب کے ابواب کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے۔

یہ کتاب فقہ حنفی کا عظیم ترین ماخذ ضرور تھی لیکن جب اس چشمۂ فیض سے دوسری نہریں نکلیں اور فقہاء متاخرین نے فقہ حنفی پر زیادہ مفصل کتابیں تحریر فرمادیں تو ان نئی کتابوں کی طرف علماء کی توجہ زیادہ ہوگئی۔ اور اس ماخذ کی طرف توجہ کا وہ انداز نہ رہا، چنانچہ رفتہ رفتہ یہ کتاب نایاب ہوگئی۔ اور اس کے صرف معدودے چند قلمی نسخے وہ بھی متفرق حصوں کی شکل میں، قدیم کتب خانوں میں محفوظ رہ گئے۔

بالآخر حیدرآباد دکن کے معروف محقق عالم علامہ ابوالوفاء افغانی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف کتب خانوں سے یہ نسخے حاصل کر کے ان کی تحقیق اور تصحیح وتعلیق کی خدمت انجام دی! اور چار جلدوں میں اسے شائع کیا لیکن کتاب کے بعض حصے انہیں میسر نہ آسکے اس لئے کتاب نامکمل رہی۔ دوسری طرف مصر کے ڈاکٹر شفیق شحاتہ کو اس کا کتاب البیوع والاحقہ میسر آگیا! انہوں نے صرف اس کو مصر سے شائع کردیا لیکن یہ دونوں نسخے بھی اب ختم ہو کر نایاب ہوگئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کے مالک جناب مولانا نور احمد صاحب کو چند سالوں سے نایاب علمی ودینی کتب کی اشاعت کا خاص ذوق اور اس کی توفیق مرحمت فرمائی ہے۔ وہ مختصر عرصہ میں بہت سے چھپے ہوئے خزانے منظر عام پر لاچکے ہیں! انہوں نے مولانا ابوالوفا افغانیؒ اور ڈاکٹر شفیق شحاتہ دونوں کی کاوشوں کو یکجا کر کے شائع فرمادیا ہے۔ چار جلدیں مولانا ابوالوفا افغانیؒ کی تحقیق کے ساتھ ہیں۔ اور پانچویں جلد ڈاکٹر شحاتہ کی تحقیق کے ساتھ اس طرح یہ کتاب ابتک کی تحقیق کے مطابق پہلی بار مکمل طور پر یکجا شائع ہوئی ہے جس پر ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ اہل علم کی طرف سے مبارکباد اور پذیرائی کا مستحق ہے۔

کتاب کا معیار طباعت بلاشبہ کتاب کے شایان شان ہے۔ اور اس کے ذریعہ اسلامی مکتبہ میں انتہائی گرانقدر اور مفید اضافہ ہوا ہے! امید ہے کہ اہل علم اور لائبریریاں اس خزانۂ علم کو ہاتھوں ہاتھ لیں گی۔ (م ت ع)